قرآن وسنت اور فقہاء کرامؒ کے فتاویٰ کی روشنی میں

اوجھڑی حلال ہے

تالیف

داعیِ توحید وسنت پیر طریقت الشیخ

حضرت مولانا **محمد نواز حذیفی** فیصل آبادی صاحب مدظلہ

امیر عالمی اتحاد اہلسنت والجماعت ضلع فیصل آباد

خلیفہ مجاز

پیر طریقت متکلم اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب مدظلہ

امیر وبانی عالمی اتحاد اہلسنت والجماعت

الناشر

خانقاہ حنفیہ فیصل آباد

چک نمبر **66** ج ب دھاندرہ جھنگ روڈ نز دائر پورٹ

متصل جامعہ امام اعظم ابوحنیفہؒ فیصل آباد

نام کتاب: اوجھڑی حلال ہے

مؤلف: پیر طریقت الشیخ مولانا محمد نواز حذیفی فیصل آبادی صاحب مدظلہ

کمپوزنگ: ''اپنا کمپوزنگ سنٹر'' بیرون امین پور بازار 03087121215

اشاعت: دسمبر 2017ء

ناشر: خانقاہ حنفیہ فیصل آباد

چک نمبر 66 دھاندرہ جھنگ روڈ نزد ائرپورٹ

متصل جامعہ امام اعظم ابوحنیفہ فیصل آباد

ملنے کے پتے

(1) مکتبہ اہلسنت والجماعت 03315940538

87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا

(2) خانقاہ حنفیہ فیصل آباد 03039721109

چک نمبر 66 ج ب دھاندرہ

(3) اپنا مکتبہ 03326461100/0412540010

بیرون امین پور بازار سبحان پلازہ فیصل آباد

(4) مکتبۃ العارفی 03127477054

بیرون جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

(5) مکتبۃ القرآن 0312477705

امین پور بازار فیصل آباد

(6) مکتبہ ملک سنز

کوتوالی روڈ بیرون امین پور بازار فیصل آباد

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مؤلف وسببِ تالیف

الحمد للہ و کفیٰ والصلاۃ والسلام علیٰ سید الرسل وخاتم الانبیاء

اما بعد!

اس سال عید الاضحیٰ سے پہلے ہمارے علاقہ میں حلال جانور کی اوجھڑی کے متعلق بحث چھڑ گئی کہ آیا اس کا کھانا حلال ہے یا نہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ مسئلہ اتنی اہمیت اختیار کر گیا کہ عید کے دن اس مسئلہ کو پوچھنے والوں کی لائین لگ گئی، گروہ در گروہ لوگ اس مسئلہ کے حل کے لئے آنے لگے۔

وجہ اس کی یہ تھی کہ بعض ائمہ مساجد نے اپنے اپنے بیانات میں اس کو حرام تک کہہ دیا، حالانکہ مسلمان ہمیشہ سے اس کو کھاتے آرہے ہیں۔

عید کے دنوں میں مصروفیت کی وجہ سے میں نے بعض احباب سے اس پر تحقیق کرنے کا وعدہ کرلیا تھا۔ زیر نظر تحریر اسی وعدہ کی تکمیل ہے۔

میں نے اس تحریر میں قرآن وسنت اور فقہاء کرام کرامؒ کی تحریرات کی روشنی میں اس مسئلہ کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے اور مزید تسلی کے لئے ساتھ کچھ ممتاز بریلوی علماء کرام کی کتب وفتاویٰ کے حوالہ جات بھی پیش کردیئے ہیں۔

اس تحریر کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودگی ہے۔ کسی پر تنقید برائے تنقید نہ میری سوچ ہے اور نہ ہی میرے اکابر کا طرز ہے۔ میں خود اس طرز کو وقت کا ضیاع سمجھتا ہوں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اس تحریر کو تحقیق کرنے والوں کے لئے مشعل راہ بنائے۔ آمین ثم آمین

محمد نواز حنفی فیصل آبادی

24-10-2017

مقدمہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد!

کسی بھی مسئلہ کو حل کرنے کا بنیادی اصول یہ ہے کہ فریقین کے مسلمہ اصولوں کی روشنی میں اس مسئلہ کا حل تلاش کیا جائے، اس طرح اس مسئلہ کو سمجھنا اور سمجھانا بھی آسان ہو جائے گا اور بغیر کسی تکلف کے اس پر بحث کا دروازہ بھی بند ہو جائے گا۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اوجھڑی کی حلت وحرمت کے مسئلہ کو بھی اسی اصول کی روشنی میں حل کیا جائے تو بہتر ہے۔ پہلے تمہیداً کچھ باتیں سمجھ لیں۔

اس پر بحث کا آغاز کب ہوا

پہلے اوجھڑی کو مکروہ کس نے کہا؟

سب سے پہلے تو یہ جاننا ضروری ہے کہ اوجھڑی کے ناجائز ہونے پر بحث کا آغاز کس نے کیا؟ اس کے متعلق عرض ہے کہ میری معلومات میں سب سے پہلے اس پر بحث کا آغاز بیسویں صدی عیسوی کے شروع میں ''فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان'' صاحب نے کیا اور سب سے پہلے انہوں نے حلال جانور کی اوجھڑی کو مکروہ تحریمی قرار دیا۔

اس سے پہلے خیرون القرون (نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، تابعین رحمہم اللہ) کے زمانہ میں اس کو مکروہ نہیں سمجھا گیا، نہ ہی تبع تابعینؒ، محدثین عظامؒ، فقہاء کرام کرامؒ نے اس کو مکروہ قرار دیا اس بات کا اقرار خود جید بریلوی علماء نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ

(1) بریلوی عالم مفتی اقتدار احمد نعیمی صاحب لکھتے ہیں

''آپ سے پہلے کسی فقیہ وامام نے اس کو مکروہ تحریمی یا تنزیہی نہ فرمایا''

(العطا الاحمدیہ ج4 ص147)

(2) بریلوی عالم مفتی شریف الحق امجدی صاحب لکھتے ہیں

''متداول کتبِ فقہ میں اوجھڑی اور آنتوں کا کوئی حکم نہیں ملتا مگر اعلیٰ احضرت اما احمد رضا خان قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ میں بدلائل ثابت فرمایا کہ اوجھڑی اور آنتوں کا کھانا مکروہ تحریمی ہے۔

(اوجھڑی کا مسئلہ ص 15 تالیف مولانا اعجاز احمد نوری انڈیا ناشر: تنظیم الجھویر پاکستان)

اوجھڑی کھانے والے کچھ بریلوی علماء کے متعلق لکھتے ہیں:

''زیدی کی روایت اگر صحیح بھی ہوتو وہ عالم کتنے ہی بڑے ذمہ دار ہوں، اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے بڑے نہ ہوں گے۔ چونکہ ان چیزوں یعنی اوجھڑی اور آنتوں کی کراھت کتبِ فقہ میں مصرح نہیں ان کا ذہن اس علتِ کراھت کی طرف نہیں گیا اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اس فتویٰ پر انہیں اطلاع نہیں ہوئی، اس وجہ سے کھاتے ہوں'' (اوجھڑی کا مسئلہ ص 17)

(3) معروف بریلوی عالم ''مفتی جلال الدین امجدی'' صاحب لکھتے ہیں:

''عامہ کتب میں فقہاء کرام کرام نے باتباع حدیث انہیں سات پر اکتفاء فرمایا''

(اوجھڑی کا مسئلہ ص 30)

حدیث میں جن سات چیزوں کو مکروہ فرمایا ہے ان کی تفصیل آگے آرہی ہے، اوجھڑی ان میں شامل نہیں ہے۔

(4) بریلوی عالم ''مفتی اکرم نقشبندی شجاع آبادی'' صاحب لکھتے ہیں

''اوجھڑی کی کراھت کو بالتفصیل اور دلائل باہرہ کے ساتھ سب سے پہلے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رحمہ اللہ نے اما اعظم ابوحنیفہؒ کے بیان کردہ اصولوں اور قوانین کے مطابق بیان فرمایا''

(القول الغالب علی تحریم الکرش ص 14)

(5) معروف بریلوی عالم ''غلام رسول سعیدی'' صاحب لکھتے ہیں''

میں نے مذاہبِ اربعہ کی کتب میں بالخصوص اوجھڑی کا جُزیہ تلاش کیا لیکن مجھ کو یہ جُزیہ نہیں مل سکا''

(شرح صحیح مسلم ج5 ص566 ناشر فرید بک سٹال لاہور)

(6) بریلوی عالم ''سید زاہد حسین گیلانی'' (گیلےوال والے) کی رائے نقل کرتے ہوئے ''مفتی اکرم نقشبندی'' صاحب لکھتے ہیں:

''ایک دینی پروگرام میں اس بندہ ناچیز کو شرکت کا موقع ملا جس میں خصوصی خطاب سید زاہد حسین گیلانی (گیلےوال والے) کا تھا جب سید صاحب کا بیان ختم ہونے لگا تو کسی نے پرچی لکھ کر بھیجی کہ اوجھڑی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ تو پیر صاحب نے جواب دیا کہ صرف ایک ہی امام اعلیٰ حضرت اس کو مکروہ تحریمی کہتے ہیں''

سوال: جام فوجی خادم حسین نے پوچھا کہ ہم سیدھے سادھے لوگ ہیں ہمیں معلوم نہیں کہ مکروہ تحریمی کیا ہوتا ہے اس کی وضاحت فرمائیں۔

جواب: شاہ صاحب نے جواب دیا کہ مکروہ تحریمی کا مطلب ہے حرام۔ اس کے بعد شاہ صاحب کہنے لگے کہ یہ مسئلہ زیادہ تر دعوتِ اسلامی بیان کرتی ہے اور اعلیٰ حضرت کا حوالہ دیتی ہے ،جبکہ اور بھی تو امام ہیں جو اوجھڑی کو حلال و جائز قرار دیتے ہیں امام زرقانیؒ اس کو حلال قرار دیتے ہیں۔ میں نے اپنے مرشد کے ساتھ اوجھڑی کھائی ہے اور میرے مرشد فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت بہت زیادہ شدت پسند تھے''

(القول الغالب علی تحریم الکرش ص10،9)

مذکورہ تمام عبارات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ فقہ کی عام کتب میں اوجھڑی کے حرام یا مکروہ ہونے کا ذکر نہیں ملتا، سب سے پہلے فاضل بریلوی احمد رضا خان صاحب نے اس کو مکروہ تحریمی قرار دیا۔ پھر بریلوی علماء میں یہ سلسلہ چل نکلا اور اوجھڑی کھانے والے حضرات پر مختلف فتوے لگائے گئے۔

اوجھڑی کو کھانے اور جائز کہنے والوں پر فتوے

(1) مفتی افضل الدین صاحب اوجھڑی کو جائز اور حلال کہنے والے حضرات کے قول کو بول (پیشاب) سے بدتر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''زید کا قول اس بارے میں کہ اوجھڑی اور آنتوں کا کھانا جائز اور درست ہے، بدتر از بول ہے۔ زید کا اوجھڑی کھانے کا جواز پر حکم دینا ناشی از جہالتِ فاحشہ ہے''۔

(کتاب اوجھڑی کا مسئلہ ص 18 تالیف: مولانا اعجاز احمد نوری۔ ناشر: تنظیم الھجویر یہ پاکستان)

(اوجھڑی اور کپوروں کا شرعی حکم۔ تالیف: مفتی غلام محمد بن محمد نور شرقپوری بندیالوی ص 3، 4۔
ناشر: سنی کتب خانہ لاہور۔)

(2) مفتی غلام محمد شرقپوری صاحب نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اوجھڑی کھانے والوں کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''اوجھڑی اور کپورے کھانے سے دعا قبول نہیں ہوتی'' حلال اور طیب کھانا دعا کی قبولیت کا سبب ہوا کرتا ہے جیسا کہ ایک دفعہ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ دربارِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! دعا فرمائیں کہ میں مستجاب الدعوات ہو جاؤں۔ ارشاد ہوا کہ اے سعد! پاک روزی کھاؤ تو مستجاب الدعوات ہو جاؤ گے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے کہ بندہ ایک لقمہ حرام کھاتا ہے تو چالیس روز تک دعا قبولیت سے محروم رہتی ہے۔ (کنز الایمان)

ثابت ہوا کہ جو آدمی اوجھڑی یا کپورے وغیرہ کھائے گا قبولیتِ دعا سے محروم رہے گا اس لئے کی یہ پاکیزہ چیزیں نہیں بلکہ خبیث اور ناپاک چیزیں ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ** یعنی محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناپاک چیزوں کو حرام فرمائیں گے۔

خلاصہ: بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناپاک چیزوں کو حرام فرمایا دیا

ہے، مگر ہم حرام بھی کھاتے جارہے ہیں اور دعا کے مستجاب الدعوات ہونے کی رب سے امید بھی رکھتے ہیں''۔

(اوجھڑی اور کپوروں کا شرعی حکم ص 23،24)

غور فرمائیں! مفتی صاحب نے اوجھڑی کھانے پر دعا کی عدمِ قبولیت کا فتویٰ بھی دیدیا اور ساتھ ہی صراحتاً اوجھڑی کو مکروہ سے بڑھ کر حرام بھی فرمادیا ہے۔

یہی مفتی صاحب اوجھڑی کو حرام قرار دیتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

''جب بندہ حرام کے استعمال کرنے پر مجبور ہوجائے اور حرام (اوجھڑی وغیرہ) کے علاوہ کوئی اور دوائی بھی نہ ملتی ہو تو جان بچانے کے لئے ایسی حالت میں حرام اشیاء کی حرمت باقی نہیں رہتی اور حرام شئی بھی مباح ہو جاتی ہے جیسے مردار بھوکے کے لئے (جبکہ اور کوئی چیز بھی کھانے کے لئے نہیں ملتی) جائز ہے۔

المختصر جب ماہر ڈاکٹر یا حکیم کہے اپنے علم وتجربہ کی بناء پر غالب گمان سے یہ کہیں کہ حرام اشیاء (اوجھڑی وغیرہ) کے کھانے سے شفاء ہوجائے گی۔ جبکہ حرام کے علاوہ اور کوئی دوائی نہ ہو تو پھر (اوجھڑی وغیرہ) سے علاج کرانا جائز ہے۔ مگر عام حالات میں حرام اشیاء (اوجھڑی وغیرہ) کا استعمال حرام ہی ہوگا''۔

(اوجھڑی اور کپوروں کا شرعی حکم ص 36)

یہاں بھی مفتی صاحب نے حرام اشیاء کے بعد بریکٹ میں ''اوجھڑی وغیرہ'' متعدد بار لکھ کر اوجھڑی کو صراحتاً حرام قرار دے دیا ہے۔ پھر مثال میں مردار کو بھی ذکر کیا ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب کے ہاں اوجھڑی کا حکم مردار والا ہے یعنی وہ مردار کی طرح حرام ہے۔ گویا اوجھڑی کھانے والا مردار کھاتا ہے۔

(4) بریلوی عالم ''سجاد حسین شاہ بخاری'' صاحب جن کے تعارف میں لکھا ہے'' علامہ ابن علامہ سید پیرِ طریقت سجاد حسین شاہ بخاری سجادہ نشین خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ نثاریہ بستی

خواجہ تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان۔ انہوں نے بھی صراحتاً اوجھڑی کو حرام کہہ دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں

''مسلمانوں کو چاہئے کہ حلال کھانے کی کوشش کریں حرام اور مشتبہ چیزوں سے ہر ممکن پرہیز کریں یہ اوجھڑی، کپورے، مثانہ اور نسیں وغیرہ حرام ہیں اور اس کا کھانا حرام ہے لہٰذا ان سے اجتناب کرنا ضروری ہے''۔

(القول الغالب ص 188)

خلاصہ: خلاصہ یہ ہوا کہ مذکورہ تحریرات کی روشنی میں اوجھڑی کھانے والوں کا مؤقف پیشاب کی طرح گندہ ہے اور حرام خور ہونے کی وجہ سے (نعوذ باللہ من ذالک) ان کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

حرام اور مکروہ میں فرق

اب تک کی بات کا حاصل یہ ہے کہ ''فاضل بریلوی'' صاحب سے پہلے کہ محدث اور فقیہ نے میری معلومات میں اوجھڑی کو مکروہ تحریمی نہیں فرمایا۔ اب اس سے مزید ترقی کر کے اس کو صراحتاً حرام کہا جانے لگا ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ پہلے حرام اور مکروہ سے متعلق کچھ وضاحت کردی جائے تا کہ بات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

حرام کی تعریف اور اس کا حکم

حرام اس فعل کو کہتے ہیں جس کا ممنوع ہونا دلیلِ قطعی سے ثابت ہو یعنی صراحتاً اس کا نام لے کر قرآن وسنت نے اس کو ممنوع قرار دیا ہو۔ اس میں کسی اور معنیٰ کی ہر گز گنجائش نہ ہو اور اس کے ممنوع ہونے کا انکار کرنے والا کافر ہو اس کا ارتکاب کرنے والا سخت گنہگار ہو۔

بریلوی عالم ''مفتی غلام محمد شرقپوری'' صاحب لکھتے ہیں

تعریف حرام: **مَا ثَبَتَ بِدَلِيْلٍ قَطْعِيٍّ لَا شُبْهَةَ فِيْهِ** ''جو ایسی دلیل قطعی سے ثابت ہو جس

میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو“

حرام کا حکم: حرام ایک بار بھی قصداً کرنا گناہِ کبیرہ ہے اور اس سے بچنا فرض ہے جیسے ”خون جاری“ کہ نصِ قطعی سے اس کی حرمت ثابت ہو چکی ہے۔

(اوجھڑی اور کپوروں کا شرعی حکم ص22)

مکروہ کی اقسام اور ان کا حکم

مکروہ کی دو قسمیں ہیں (1) مکروہ تحریمی (2) مکروہ تنزیہی

مکروہ تحریمی: مکروہ تحریمی ایسے فعل کو کہتے ہیں جس کا ممنوع ہونا دلیل قطعی سے ثابت نہ ہو بلکہ ایک قسم کا شبہ ہو یا تاویل کی گنجائش ہو اور اس کے ممنوع ہونے کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہوتا بلکہ گمراہ ہوتا ہے۔ گویا اس کا ارتکاب گناہ تو ہے لیکن اس کا گناہ حرام سے کم ہے۔ چنانچہ بریلوی عالم ”مولوی امجد علی اعظمی“ صاحب لکھتے ہیں:

”مکروہ تحریمی یہ واجب کا مقابل ہے۔ اس کے کرنے سے عبادت ناقص ہو جاتی ہے اور کرنے والا گنہگار ہوتا ہے اگرچہ اس کا کرنا گناہ کبیرہ سے کم ہے اور چند بار اس کا ارتکاب کبیرہ ہے“۔

(بہارِ شریعت حصہ اول ص6)

مکروہ تنزیہی: ایسے فعل کو کہتے ہیں جس کا کرنا شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ ہو۔ چنانچہ مولوی امجد علی اعظمی صاحب لکھتے ہیں:

”مکروہ تنزیہی جس کا کرنا شرع کو پسند نہیں مگر اس حد تک نہیں کہ اس پر وعیدِ عذاب فرمائے۔ یہ سنتِ غیر مؤکدہ کے مقابل ہے“۔

خلاصہ: خلاصہ یہ ہوا کہ مکروہ تحریمی اور حرام میں فرق ہے۔ حرام دلیل قطعی سے ثابت ہوتا ہے جبکہ مکروہ تحریمی دلیل ظنی سے۔ حرام کا ارتکاب بہت بڑا گناہ ہے اور شریعت کی

نظر میں بہت ناپسندیدہ ہے جبکہ مکروہ تحریمی کا گناہ ناپسندیدہ ہونے کے باوجود حرام سے کم ہے۔ اور حرام کا منکر کافر جبکہ مکروہِ تحریمی کا منکر کافر نہیں۔ اور اوجھڑی کا مکروہ تحریمی ہونا ثابت نہیں تو پھر حرام کیسے ہوجائے گی؟ کیونکہ حرام کا درجہ تو مکروہِ تحریمی سے بھی بڑا ہے۔

شریعت کی نگاہ میں حلال جانور کے ممنوع اجزاء سات ہیں

شریعت نے حلال جانور کے صرف سات اجزاء کو ممنوع قرار دیا ہے جن کی تفصیل یہ ہے:

(1) پتہ (2) مثانہ (3) نر جانور کی اگلی شرمگاہ (ذکر)

(4) مادہ جانور کی اگلی شرمگاہ (فرج) (5) کپورے (انڈے) (6) غدود (7) بہتا ہوا خون

ان سات کے علاوہ کسی عضو کے کھانے کی ممانعت قرآن وسنت میں موجود نہیں لہٰذا باقی کا کھانا ممنوع بھی نہ ہوگا۔

ممنوع اجزاء کے حکم میں فقہاء کرام کی درجہ بندی

حلال جانور کے مذکورہ سات اجزاء میں بھی فقہاء کرام نے درجہ بندی کی ہے ان میں سے خون کو تو حرام قرار دیا ہے اور باقی چھ اجزاء کو مکروہِ تحریمی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خون کا حرام ہونا تو قرآن کی واضح آیت کی وجہ سے ثابت ہے اور باقی چھ کا ممنوع ہونا حدیث سے ثابت ہے اس وجہ سے خون کو حرام اور باقی اجزاء کو مکروہ تحریمی قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ فقہ کی معروف کتاب ''بدائع الصنائع'' میں لکھا ہے:

وما روی عن مجاهد فالمراد منه کراهة التحريم بدليل انه جمع بين الستة وبين الدم فی الکراهة والدم المسفوح محرم۔ والمروی عن ابی حنيفة رحمه الله انه قال: الدم حرام واکره الستة۔ فاطلق الحرام علی الدم وسمی ماسواه مکروها۔ لأن الحرام المطلق ماثبتة حرمته بدليل مقطوع به۔ وهو المفسر من الکتاب قال الله

تعالیٰ "اَوْ دَماً مَّسْفُوْحاً" وانعقد الاجماع علی حرمته۔ وأما حرمته ماسواها من الستة۔ فماثبت بدلیل مقطوع به، بل بالأجتهاد او بظاهر الکتاب المحتمل للتاویل أوْ الحدیث۔ فلذا فصل سمی الدم حراماً وذامکروهاً"

(بدائع الصنائع، کتاب الذبائح، فصل فیما یحرم اَکلہ من اجزاء الحیوان ج6 ص272 طبع دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: اور وہ حدیث جو حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے اس سے مراد مکروہِ تحریمی ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اس میں چھ اجزاء اور خون کو کراہت میں جمع کیا ہے اور بہتے ہوئے خون کو حرام بتایا گیا ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: خون: حرام ہے اور باقی چھ چیزیں مکروہ ہیں تو امام ابوحنیفہؒ نے خون پر حرام کا اطلاق کیا ہے اور اس کے علاوہ باقی چیزوں کا نام مکروہ رکھا ہے۔ اس لئے کہ بالکلیہ حرام وہ چیزیں ہوتی ہیں جس کا حرام ہونا دلیلِ قطعی سے ثابت ہو اور قرآن کی آیت کا یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "اَوْ دَماً مَّسْفُوْحاً" اور بہتا ہوا خون حرام ہے اور راس کی حرمت پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور اس کے علاوہ باقی چھ چیزوں کی ممانعت دلیل قطعی سے ثابت نہیں بلکہ اجتہاداً ثابت ہے یا ظاہر کتاب سے، جس میں تاویل کا احتمال ہے۔ یا حدیث سے ثابت ہے، اسی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ نے خون اور باقی اشیاء میں فرق کیا ہے۔ لہٰذا آپ نے خون کو حرام فرمایا اور باقی کو مکروہ"

سات اعضاء کے ممنوع ہونے کے حوالے سے احادیث اور تفصیلی عبارات تو آئندہ اوراق میں ذکر کی جائیں گی یہاں اس وقت قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ حلال جانور کے جن اجزاء کو شریعت نے ممنوع قرار دیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ دلیل کی بنیاد پر ان میں بھی درجہ بندی فرمارہے ہیں کہ بہتے ہوئے خون کو اس لئے حرام فرمایا کہ ان کی حرمت قرآن کریم میں صراحتاً منقول ہے اور باقی چھ اجزاء کو قرآن کریم میں مذکور نہ ہونے کی وجہ سے مکروہ فرمایا۔ حرام نہیں فرمایا۔ اور اوجھڑی کا ممنوع ہونا نہ تو قرآن کریم سے صراحتاً ثابت ہے اور نہ ہی حدیث سے بلکہ احادیث

اور فقہاء کرام کی عبارات سے تو اس کا حلال ہونا ثابت ہے۔ جیسا کہ آگے تفصیل آرہی ہے پھر اس کو حرام کیسے کہا جا سکتا ہے؟۔

اوجھڑی کو چودھویں صدی میں حرام کہنے کا نتیجہ

یہ بات تو ثابت ہو چکی کہ سب سے پہلے اوجھڑی کو ناجائز فاضل بریلی مولوی احمد رضا خان صاحب نے لکھا ہے۔ ان سے پہلے کسی فقیہ اور امام نے اس کو ناجائز نہیں فرمایا اب تیرہ سو سال تک جو مسلمان صحابہ ؓ، تابعین، تبع تابعین، علماء، محدثین عظام، فقہاء کرام، اولیاء اللہ رحمہم اللہ اوجھڑی کو استعمال کرتے رہے یا اب استعمال کر رہے ہیں تو ان سب کی دعائیں مذکورہ بالا فتاویٰ کی روشنی میں نعوذ باللہ من ذلک بیکار گئیں، کیونکہ وہ تو اس کو استعمال کرتے رہے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ ہے چودھویں صدی میں اس کو ناجائز کہنے کا نتیجہ۔

یہی حالات رہے تو پورے جانور کی حلّت کو خطرہ ہے

عام کتب فقہ میں حدیث کی بنیاد پر حلال جانور کے صرف سات اجزاء کو ممنوع بتایا گیا ہے۔ تاریخ میں چند ایک حضرات ایسے بھی گذرے ہیں جنہوں نے ان سات اجزاء کے علاوہ ایک ایک، دو دو، مزید اجزاء کو بھی مکروہ بتایا ہے، فاضل بریلوی صاحب نے ان شاذ اقوال کو جمع کیا تو وہ سات کے علاوہ مزید پانچ اجزاء بنے۔ لیکن ان میں بھی اوجھڑی شامل نہیں تھی۔ پھر فاضل بریلوی صاحب نے ان پانچ اجزاء کے ساتھ ساتھ مزید اوجھڑی سمیت دس اجزاء کا اضافہ کر دیا، اس طرح ان کے ہاں حلال جانور کے مکروہ اجزاء کی تعداد بائیس ہوگئی۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"وہ سات اشیاء حدیث میں آئیں اور پانچ چیزیں کہ علماء نے بڑھائیں اور دس فقیر

نے زیادہ کیں۔ ان بائیس مسائل اور باقی فروع وتفاریع سب کی تفصیل نام وتحقیق تمام فقیر کے رسالہ ''المنح الملیحہ فیما نہی من اجزاء الذبیحہ'' میں دیکھی جائے''۔

(فتاویٰ رضویہ ج20 ص240)

فاضل بریلوی صاحب نے حلال جانور کے کل بائیس اجزاء کو مکروہِ تحریمی قرار دیا ہے۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ انہوں نے تو یہاں تک لکھا ہے:

''اب سات کے سہ گونہ سے بھی عدد بڑھ گیا اور ہنوز اور زیادات ممکن''۔

(فتاویٰ رضویہ ج20 ص240)

حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ سات اجزاء تو حدیث میں ممنوع بتائے گئے اور غور وفکر سے یہ تین گناہ سے بڑھ گئے ہیں یعنی بائیس ہو گئے ہیں۔ کوشش کر کے حلال جانور کے اور اجزاء کو بھی ممنوع ثابت کیا جاسکتا ہے یہ بعد والے حضرات کے لئے بہت بڑا لمحہ فکریہ ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنی اپنی سمجھ سے بعد والے حضرات پانچ پانچ، دس دس اجزاء کو مزید ناجائز بتلاتے جائیں۔ کیونکہ فاضل بریلوی صاحب نے فرمادیا ہے کہ مکروہ اجزاء کی تعداد میں مزید زیادتی بھی ممکن ہے۔ آخرکار سارے حلال جانور کو ہی حرام کہہ دیا جائے۔

اگر بعد والے حضرات کو بائیس اجزاء پر مزید اضافہ کرنے سے روکنا ہے تو اس کا ایک ہی حل ہے کہ حدیث کے بتائے ہوئے صرف سات اجزاء کو ہی ممنوع سمجھا جائے۔

اس مسئلہ میں ہمارا موقف اعتدال والا ہے

جیسے اسلام باقی ادیان کے مقابلہ میں صفتِ اعتدال کی وجہ سے ممتاز ہے، اسی طرح مسلکِ اہلِ سنت والجماعت باقی فرقوں کے مقابلہ میں صفتِ اعتدال کی وجہ سے ممتاز ہے۔

اہل سنت والجماعت دیوبند والے جس طرح اور بہت سے مسائل میں دوسرے حضرات کی بنسبت راہِ اعتدال پر ہیں، تو حلال جانور کے مکروہ اجزاء کے مسئلہ میں بھی راہِ

اعتدال پر ہیں۔غیر مقلد حضرات کو ہی دیکھ لیجئے ان کے ہاں حلال جانور کا سوائے خون کے کوئی بھی عضو مکروہ نہیں۔ چنانچہ ان کے معروف بزرگ جن کو ''شیخ الکل فی الکل'' کہا جاتا ہے (سید نذیر حسین دہلوی) اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں: ''بکری وغیر جتنے جانور حلال ہیں ان کے تمام اجزاء حلال ہیں ان کی کوئی چیز حرام نہیں۔ ہاں دمِ مسفوح البتہ حرام ہے اس کی صراحت قرآن مجید میں آئی ہے اس کے سوا باقی اور تمام اجزاء حلال ہیں، کیونکہ ان کی حرمت ثابت نہیں''

(فتاویٰ نذیریہ ج3 ص320 طبع مکتبہ ثنائیہ سرگودھا)

غور فرمائیں! کہ بہتے ہوئے خون کے علاوہ باقی سب اجزاء کو حلال بتایا گیا ہے۔

جبکہ بریلوی حضرات نے سات کی بجائے بائیس اعضاء کو مکروہ بتایا ہے۔ پھر اس پر بھی بس نہیں کی بلکہ فاضل بریلوی صاحب نے تو یہاں تک کہا ہے کہ مکروہ اجزاء کی تعداد میں مزید اضافہ ممکن ہے۔

اہل سنت والجماعت دیوبند والے شریعت کے بتائے ہوئے اجزاء میں کمی بھی نہیں کرتے صرف سات اجزاء کو حدیث کی وجہ سے مکروہ بتاتے ہیں اور اس پر اضافہ بھی نہیں کرتے یہ ان کے اعتدال پر ہونے کی واضح دلیل ہے۔ یہ بات اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ایک بہترین مثال ہے۔

اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے بہترین اصول

کسی بھی اختلافی مسئلہ کو حل کرنے کا بہترین اصول یہ ہے کہ دونوں فریقوں کے مسلمہ اصولوں کی روشنی میں اس مسئلہ کا حل تلاش کیا جائے۔

دونوں فریقوں میں یہ بات طے ہے کہ حرام وحلال میں بنیادی کردار قرآن وسنت کا ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے مکروہ اجزاء اور ان کے حرام ہونے کے مسئلہ کو قرآن وسنت پر پیش کیا جائے گا۔ حرام وحلال کے سلسلہ میں قرآن وسنت سے جو رہنمائی ملے اسے قبول کرنا چاہیئے۔

اس لئے میں نے دلائل میں سب سے پہلے قرآن وسنت کو پیش کیا ہے۔

دونوں فریقوں میں یہ بات بھی قدرِ مشترک ہے کہ دونوں اپنے آپ کو سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مقلد بتاتے ہیں۔ مقلد کے لئے اپنے امام کے فیصلے کو ماننے میں ہی خیر ہے۔ اس لئے میں نے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ سے یہ ثابت کیا ہے کہ ان کے ہاں حلال جانور کے چھ اجزاء مکروہ ہیں اور ساتواں یعنی خون حرام ہے۔

دونوں فریقوں میں یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے بعد ان کے شاگرد اور بعد کے فقہاء کرام ان کے مشن کے ترجمان ہیں، اس لئے میں نے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کے معروف شاگرد امام محمدؒ اور بعد کے فقہاء کرام سے سات اعضاء کا ممنوع ہونا ثابت کیا ہے اور امام ابو یوسفؒ سے بھی اوجھڑی کا حلال ہونا ثابت کیا ہے۔

دونوں فریقوں میں یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ شاذ اقوال کے مقابلہ میں جمہور فقہاء کرامؒ کے مؤقف کو ترجیح ہے۔ جمہور کے مقابلے میں شاذ اقوال پیش کرنا درست نہیں چنانچہ فاضل بریلوی صاحب نے خود لکھا ہے:

(1) ''قولِ ضعیف پر فتویٰ دینا جہل ومخالفِ اجماع ہے''۔

(فتاویٰ رضویہ ج2 ص315)

(2) ''مفتی کو حق نہیں کہ وہ طے شدہ امور کو زیر بحث لائے''۔

(فتاویٰ رضویہ ج11 ص247)

(3) ''نادر پر حکم نہیں ہوتا اور احکامِ فقہ غالب پر ہی مرتب ہوتے ہیں''۔

(فتاویٰ رضویہ ج10 ص44)

اس لئے میں نے مکروہ اجزاء کی بحث میں جمہور فقہاء کرامؒ کے مؤقف کو پیش کیا ہے۔ شاذ اور ضعیف اقوال کو پیش کرنے سے احتراز کیا ہے۔

دونوں فریقوں کے درمیان یہ بات بھی طے ہے کہ اپنے مؤقف کو مضبوط کرنے کے

لئے دوسرے فریق کے جید اور ممتاز علماء کے حوالے اپنی تائید میں پیش کئے جاتے ہیں، اس لئے میں نے اپنے موقف کی تائید میں ممتاز بریلوی علماء کے حوالہ جات بھی پیش کئے ہیں کہ حلال جانور کے صرف سات اجزاء ممنوع ہیں اور ان میں اوجھڑی شامل نہیں لہٰذا وہ حلال ہے۔

کتاب کی ترتیب یہ ہے کہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے۔

پہلا باب: اس میں قرآن وسنت اور اقوالِ فقہاء کرامؒ سے حلال جانور کے صرف سات اعضاء کا ممنوع ہونا اور اوجھڑی کا حلال ہونا ثابت کیا ہے۔

دوسرا باب: اس میں اوجھڑی اور آنتوں کے مکروہ وحرام ہونے پر جو دلائل پیش کئے گئے ہیں ان کے جوابات دیئے گئے ہیں۔

تیسرا باب: اس میں جید اور ممتاز بریلوی علماء کے اوجھڑی کے حلال ہونے پر فتاویٰ پیش کیے گئے ہیں۔

اللہ رب العزت اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور دنیا وآخرت میں اس کا نفع عام فرمائے۔ آمین ثم آمین

محمد نواز حذیفی فیصل آبادی

قرآن وسنت اور اقوالِ فقہاء کرام کی روشنی میں

اوجھڑی حلال ہے

اوجھڑی کی حلت وحرمت کے مسئلہ کو پہلے قرآن وسنت کی روشنی میں حل کرتے ہیں۔

حلال وحرام میں صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات معتبر ہے: اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں اور نبی کریم ﷺ نے اپنے ارشادات میں حلال وحرام اشیاء کی وضاحت فرما دی ہے جس کو اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ نے حلال فرمایا وہ حلال ہے اور جس کو حرام فرمایا وہ حرام ہے۔ انسان کو اپنی مرضی سے کسی چیز کو حلال وحرام قرار دینے کی اجازت نہیں دی گئی۔ رب تعالیٰ نے ان لوگوں پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے جو اللہ رب العزت کی مرضی کے خلاف حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہراتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(1) وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ

(سورۃ النحل آیت نمبر 116 پارہ نمبر 14)

اور اپنی زبانوں کے جھوٹے بیان سے نہ کہا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام کہ تم اللہ پر جھوٹ کے بہتان باندھنے لگو۔ بے شک جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کے بہتان باندھتے ہیں ہرگز کامیابی نہ پائیں گے۔

(2) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا، إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ

(سورۃ المائدۃ آیت نمبر 87 پارہ نمبر 7)

اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں اور حد سے نہ بڑھو۔ بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

(3) قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ

(سورۃ الانعام آیت نمبر 140 پارہ نمبر 8)

بے شک نقصان میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی احمقانہ جہالت سے اپنی اولاد کو قتل کیا اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روزی کو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہوئے حرام ٹھہرا دیا، بے شک وہ لوگ گمراہ ہو گئے اور ھدایت پر نہیں ہیں۔

(4) قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا، قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ

(سورۃ یونس آیت نمبر 59 پارہ نمبر 11)

آپ کہہ دیجئے تم نے یہ بھی سوچا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق تمہارے لئے نازل فرمایا ہے اس میں سے تم نے کسی کو حرام اور کسی کو حلال ٹھہرایا ہے، آپ کہہ دیجئے! اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کی اجازت دی تھی یا تم اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہو۔

مذکورہ آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جس چیز کو شریعت نے حلال کیا وہ حلال ہے اور جس کو حرام فرمایا وہ حرام ہے۔ اللہ رب العزت نے انسان کو اپنی مرضی سے کسی چیز کو حلال وحرام کرنے کی اجازت نہیں دی۔

صاف بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوجھڑی کو قرآن وسنت میں حرام یا مکروہ نہیں فرمایا۔ اب اگر کوئی اس کو اپنی مرضی سے حرام کہتا ہے تو یہ بات افتراء علی اللہ میں داخل ہے۔ لہٰذا قرآن کریم کی ان آیات کی روشنی میں اوجھڑی کو حرام نہیں کہا جا سکتا۔ اور یہ بات بھی ہے کہ امام شافعیؒ نے قاضی امام ابو یوسفؒ سے جو کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مایہ ناز شاگرد ہیں درج ذیل روایت نقل کی ہے:

''میں نے بہت سے اہلِ علم مشائخ کو دیکھا کہ وہ فتویٰ دینا پسند نہیں کرتے اور کسی چیز کو حلال و حرام کہنے کی بجائے کتاب اللہ میں جو کچھ ہے اُسے بلاتفسیر بیان کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

اب سائبؒ جو ممتاز تابعی ہیں کہتے ہیں: اس بات سے بچو کہ تمہارا حال اس شخص کا سا ہو جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں چیز حلال کی ہے یا اُسے پسند ہے، لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ نہ میں نے اس کو حلال کیا تھا اور نہ یہ مجھے پسند تھی۔ اسی طرح تمہارا حال اس شخص کی طرح بھی نہ ہو جائے جو کہتا ہے فلاں چیز اللہ تعالیٰ نے حرام کر دی ہے لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹا ہے۔ میں نے اسے حرام کیا تھا اور نہ اس سے روکا تھا۔

(کتاب الام بحوالہ حلال وحرام ڈاکٹر یوسف قرضاوی ص 26،27)

ڈاکٹر یوسف قرضاوی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''یہی بات امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ اور دیگر آئمہؒ سے منقول ہے''۔

(اسلام میں حلال وحرام ص 27)

ثابت ہوا کہ فقہاء کرام احنافؒ اور دیگر ائمہؒ بھی یہی نظریہ رکھتے ہیں کہ کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینے کا انسان کو اختیار نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ بندہ اگر یہ کام کرے گا تو یہ افتراء علی اللہ ہے۔ لہٰذا امام ابو حنیفہؒ کے مقلدین کا بھی یہی نظریہ ہونا چاہیئے۔

اس کے علاوہ فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب کو بھی یہ بات تسلیم ہے کہ اپنی مرضی سے کسی چیز کو حرام یا مکروہ کہنا افتراء علی اللہ ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

اصل اشیاء میں اباحت ہے، جب تک شرع سے تحریم ثابت نہ ہو اس پر جرأت ممنوع و معصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ترجمہ: ان لوگوں سے فرما دیں (یعنی دریافت کریں) کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسا کرنے کی اجازت دے رکھی ہے یا تم ویسے ہی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ

رہے ہو؟ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ترجمہ؛ لوگو! تمہاری زبانیں جو کچھ جھوٹ بیان کرتی ہیں اس سلسلے میں یہ نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ تا کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو۔ یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

علامہ عبدالغنی نابلسیؒ فرماتے ہیں: ترجمہ؛ اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنے میں کوئی احتیاط نہیں کہ حرمت اور کراھت ثابت کرے اس لئے کہ ان دونوں کے لئے دلیل کی ضرورت ہے الخ''۔

(فتاویٰ رضویہ ج22 ص180)

ثابت ہوا کہ اپنی مرضی سے کسی چیز کو حرام یا مکروہ کہنا بھی افتراء علی اللہ میں داخل ہے۔ جب کہ اوجھڑی کو حرام یا مکروہ نہ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے اور نہ ہی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے۔ تو یہ کیا ہوا؟

دین میں شدت اور تنگی باعثِ ھلاکت ہے

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو دین لے کر آئے ہیں وہ توحید کے معاملے میں حنیف اور اعمال کے معاملے میں فراخ ہے چنانچہ خود پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بُعِثْتُ بِالْحَنِيْفِيَةِ السَّمْحَةِ

(مسند احمد بن حنبل ج1 ص236 حدیث نمبر 2107۔ ج6 ص116 حدیث نمبر 24855)

''میں ایسے دین کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں جو حنیف اور فراخ (کشادگی والا) ہے''۔

اور پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دین میں تنگی اور شدت کی سختی سے مذمت فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

الا ھلك المتنتعون، الا ھلك المتنتعون، الا ھلك المتنتعون،

(سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ۔ حدیث نمبر 4608)

(مسند احمد ج1 ص386 حدیث نمبر 3655)

''سن لو! دین میں تنگی اور تشدد کرنے والے ھلاک ہو گئے، ''سن لو! دین میں تنگی اور

تشدد کرنے والے ھلاک ہو گئے،'' سن لو! دین میں تنگی اور تشدد کرنے والے ھلاک ہو گئے''۔

دین میں تنگی اور تشدد کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام اور مکروہ نہیں فرمایا اپنی طرف سے اس کو مکروہ یا حرام کہہ کر اس کے استعمال پر پابندی لگادی جائے۔ ظاہر بات ہے کہ جب اوجھڑی کو قرآن وسنت میں حرام اور مکروہ نہیں فرمایا گیا تو اس کو مکروہ یا حرام کہنا دین میں مسلمانوں کے لئے تنگی اور شدت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مسئلہ کی وجہ سے اوجھڑی کھانے اور جائز کہنے والوں پر طرح طرح کے فتوے لگائے جا چکے ہیں۔ یہ سب اسی شدت کا نتیجہ ہے۔ اور بریلوی عالم ''سید زید حسین گیلانی'' نے اپنے پیر ومرشد کا مقولہ نقل کیا ہے:

''میں نے اپنے مرشد کے ساتھ اوجھڑی کھائی اور میرے مرشد فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت بہت زیادہ شدت پسند تھے''۔

(القول الغالب ص10)

احادیث سے ثبوت کہ حلال جانور کے صرف سات اعضاء ممنوع ہیں جن میں اوجھڑی شامل نہیں

احادیث کی کتب کے مطالعہ سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ حلال جانور کے صرف سات اجزاء ممنوع ہیں جن میں اوجھڑی شامل نہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

(1) حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کی روایت:

پہلی روایت حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے مروی ہے جس کو فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب کی طرف منسوب کتاب ''جامع الاحادیث'' میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

''عن عبداللہ بن عباس ؓ قال: کان رسول اللہ ﷺ یکرہ من الشاۃ سبعاً،

المرارة والمثانه والحياء والذكر ولأنثيين والغده والدم۔ وكان احب الشاة اليه مقدمها"۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج10 ص7 طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(جامع الاحادیث ج3 ص537 کتاب الصید والذبائح)

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بکری یا بکرے کے سات اجزاء کو ناپسند فرماتے تھے(1) پتہ(2) مثانہ(3) مادہ جانور کی شرمگاہ(4) نر جانور کی شرمگاہ(5) کپورے(6) غدود(7) خون۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکری کے شانہ کا گوشت بہت پسند تھا''۔

(2) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت:

وبه عن ابن عمر قال: كان رسول الله ﷺ يكره من الشاة سبعاً المرارة والمثانه والحياء والذكر ولأنثيين والغده والدم۔ وكان احب الشاة الى رسول الله ﷺ مقدمها۔قال: وأتى النبي ﷺ بطعام فاقبل القوم يلقمونه اللحم، فقال رسول الله ﷺ ان اطيب اللحم لحم الظهر

(معجم الاوسط للطبرانی ج7 ص843 طبع شبیر برادرز لاہور)

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکری یا بکرے کے سات اجزاء ناپسند تھے(1) پتہ(2) مثانہ(3) مادہ جانور کی شرمگاہ(4) نر جانور کی شرمگاہ(5) کپورے(6) غدود(7) خون۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکری کے اگلے حصے کا گوشت بہت پسند تھا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھانا پیش کیا گیا تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے گوشت رکھنے لگے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گوشت میں سب سے بہترین پشت کا گوشت ہے''۔

(3) حضرت مجاہد تابعیؒ کی روایت:

عن مجاھد قال: کان رسول اللہ ﷺ یکرہ من الشاۃ سبعاً الدم و المرارۃ والذکر والأنثیین والحیاء والغدۃ والمثانہ قال وکان اعجب الشاۃ الیہ ﷺ مقدمھا

یہ روایت معمولی فرق سے مختلف کتب میں موجود ہے مثلاً

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج10 ص7، کتاب الآثار بروایۃ امام محمدؒ ص186، 187)

(المصنف عبدالرزاق ج4 ص535، مراسیل ابی داؤد ص19)

(الجامع الصغیر للسیوطی ج2 ص439، کنز العمال ج7 ص115)

''حضرت مجاہد تابعیؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکری یا بکرے کے سات اجزاء ناپسند تھے (1) خون (2) پتہ (3) نر جانور کی شرمگاہ (4) کپورے (5) مادہ جانور کی شرمگاہ (6) غدود (7) مثانہ۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکری کے شانہ یعنی اگلے حصے کا گوشت بہت پسند تھا''۔

مندرجہ بالا روایات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حلال جانور کے صرف سات اجزاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناپسند فرماتے تھے، ظاہر ہے ان سات اجزاء میں اوجھڑی کا ذکر نہیں کیا گیا۔ حالانکہ یہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسند اور ناپسند کو ذکر کیا جا رہا ہے۔ اگر اوجھڑی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناپسند ہوتی تو اس کو یہاں ضرور ذکر کیا جاتا۔ یہ واضح دلیل ہے اس بات کی کہ اوجھڑی کا کھانا مکروہ نہیں۔ اور مکروہ کا درجہ حرام سے کم ہے۔ لہٰذا جب مکروہ نہیں تو حرام بطریقِ اولیٰ نہ ہوگی۔

تنبیہ!

پھر قابلِ غور بات یہ ہے کہ فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب کی طرف منسوب ''جامع الاحادیث'' میں بھی صرف سات اعضاء کو مکروہ بتایا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت پر یہ عنوان قائم کیا گیا ہے:

''ماکول اللحم جانور کے سات اعضاء مکروہ ہیں''

(جامع الاحادیث ج3 ص537)

پھر اس پر کسی قسم کا تبصرہ بھی نہیں کیا گیا۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ حدیث کی وجہ سے صرف سات اجزاء ہی مکروہ ہیں، اس پر اضافہ درست نہیں۔ وگرنہ اس کے مرتب بریلوی عالم ''حنیف خاں رضوی بریلوی'' ضرور اس پر تبصرہ کرتے جیسا کہ انہوں نے دیگر احادیث کی تشریح میں تبصرے اور فتویٰ رضویہ کی عبارات نقل کی ہیں۔

معجم الاوسط کی روایت میں تحریف کا انکشاف

اوجھڑی کے مسئلہ میں دوسرے فریق کی طرف سے دن بدن عجیب وغریب باتیں سامنے آرہی ہیں؛ پہلے تو اس کو مکروہ تحریمی کہا گیا، پھر بعض حضرات نے حرام تک کہنا شروع کر دیا اور اوجھڑی کھانے والے حضرات کے مؤقف کو پیشاب کے ساتھ تشبیہ دی گئی اور کبھی ان کو دعاؤں کے قبول نہ ہونے کا فیصلہ سنایا گیا لیکن چونکہ ان حضرات کے پاس صراحتاً اوجھڑی کے مکروہ یا حرام پر کوئی حدیث نہ تھی، بلکہ ان کے خلاف احادیث تھیں جن میں حلال جانور کے صرف سات اعضاء کو مکروہ بتایا گیا تھا اور یہ احادیث ان کے لئے پریشانی کا باعث تھیں اس لئے اب ایک نیا سلسلہ شروع ہوا ہے کہ اس حدیث میں تحریفِ معنوی کر دی گئی ہے۔ چنانچہ معروف بریلوی عالم جن کے تعارف میں ''حضرت علامہ ابوالفضل محمد شفیق الرحمٰن قادری رضوی'' لکھا گیا ہے۔ اور بریلوی حضرات کے معروف طباعتی ادارے ''شبیر برادرز لاہور'' نے ان کے ترجمہ کے ساتھ ''المعجم الاوسط طبرانی'' کو شائع کیا ہے اور سات اعضاء کے مکروہ ہونے کی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی روایت کے ترجمہ میں تحریف کر دی ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نبی ﷺ کے حوالے سے جن سات اعضاء کو مکروہ بتایا گیا ہے اس میں ایک عضو ''اَلْغُدَّةُ'' ہے جس کا معنیٰ غدود اور گلٹی ہے۔ چنانچہ لغت کی معروف کتاب ''المنجد'' میں لکھا ہے:

''اَلْغُدَّۃُ وَالغُدَدَۃُ'' اونٹنیوں کا طاعون، گلٹی یعنی سخت گوشت کا ٹکڑا جو کھال اور نرم گوشت کے درمیان ابھر آتا ہے۔

(المنجد ص 701،702 مادہ غدّ طبع دارالاشاعت کراچی)

اور معروف بریلوی عالم ''غلام رسول سعیدی'' صاحب نے بھی شرح بخاری (ج 1 ص 705) میں اس کا ترجمہ غدود ہی کیا ہے

(نعمۃ الباری شرح صحیح بخاری ج 1 ص 705 طبع فرید بک سٹال لاہور)

لیکن ''شفیق الرحمٰن قادری'' صاحب نے اس کا ترجمہ اوجھڑی کر دیا ہے تا کہ یہ حدیث اوجھڑی کو نا جائز کہنے والوں کے کام آسکے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم!

اگر اوجھڑی کے ممنوع ہونے پر کوئی حدیث آپ کے پاس نہیں ہے تو صاف کہہ دینا چاہئے تھا کہ اس کو ممنوع بتانے پر ہمارے پاس کوئی حدیث نہیں ہے۔ بلکہ یہ حدیث ہمارے خلاف ہے یہ کس قدر ظلم ہے کہ اوجھڑی کی حلت پر جو حدیث واضح دلیل ہے اس کو ہی اس کے ناجائز ہونے پر تحریف کر کے پیش کیا جائے!؟ یہی وہ شدت اور تنگ نظری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کو ہلاکت کا باعث قرار دیا ہے۔

(سنن ابی داؤد۔ کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ)

ملاحظہ فرمائیں:

المعجم الاوسط للطبرانی ج 7 ص 843 طبع شبیر برادرز اردو بازار لاہور سن اشاعت ستمبر 2016ء)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ سے اوجھڑی کھانے کا ثبوت

(1) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانور کے پیٹ کے اندر کی اشیاء یعنی اوجھڑی اور انتڑیاں کھائیں چنانچہ امام طحاویؒ لکھتے ہیں:

"حدثنا ابن خزیمة قال ثنا حجاج قال ثنا عمارہ ذاذان عن محمد بن المنکدر قال دخلت علی فلانة بعض ازواج النبی ﷺ قد سماھا ونسیت قالت دخل علی رسول اللہ ﷺ وعندی بطن معلق فقال لو طبخت لنا من ھذا البطن کذا کذا قالت فصنعناہ فأکل ولم یتوضأ"۔

"ہمیں ابن خزیمہ نے محمد بن المنکدر سے روایت کی ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی کسی بیوی کے پاس گیا اور میں ان کا نام بھول گیا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور اس وقت میرے پاس جانور کا پیٹ لٹکا ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ اس پیٹ میں سے میرے لئے فلاں اور فلاں چیز پکا دو تو بہتر ہے وہ فرماتی ہیں کہ ہم نے وہ چیزیں پکا دیں تو آپ ﷺ نے ان کو کھایا اور وضو نہیں کیا"۔

امام بدر الدین محمود احمد العینیؒ طحاوی کی شرح میں اس حدیث کی شرح لکھتے ہیں:

"قال محمود: اسنادہ صحیح، ولعل المراد من بعض ازواج النبی ﷺ ھھنا أم سلمہ لأن لھا روایة کثیرة فی ھذا الباب وأراد بالبطن من الاحشاء"

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار ج 1 ص 388 طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

"اس حدیث کی سند صحیح ہے اور نبی کریم ﷺ کی بعض ازواج سے مراد یہاں حضرت ام سلمہؓ ہیں اس لئے کہ اس باب میں ان سے کئی روایات مروی ہیں اور پیٹ سے مراد انتڑیاں ہیں"۔

ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے جانور کے پیٹ کے اندرونی حصہ کی اشیاء اوجھڑی اور انتڑیاں پکوا کر کھائیں کیونکہ پیٹ میں یہی کچھ ہوتا ہے۔

معروف بریلوی عالم "غلام رسول سعیدی" صاحب جو کہ دارالعلوم نعیمیہ کراچی کے شیخ الحدیث ہیں انہوں نے بھی اس حدیث کو اوجھڑی اور انتڑیوں کے کھانے کے ثبوت میں ذکر کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

"اسی طرح ایک حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے انتڑیاں کھائیں"

پھر مندرجہ بالا حدیث کا ترجمہ لکھنے کے بعد کہتے ہیں

''علامہ بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس حدیث میں پیٹ سے مراد انتڑیاں ہیں''۔

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار ج1 ص388 طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

''ان احادیث میں بکری کے معدہ اور انتڑیاں کھانے کا ثبوت ہے اور یہی اوجھڑی کھانے کا ثبوت ہے''۔

(نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری ج1 ص706)

اس کے علاوہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بکری کے معدہ یعنی اوجھڑی وغیرہ کھانا احادیث میں ملتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

(2) "عن ابی رافع رضی اللہ عنہ قال: اشھد لکنت اشوی لرسول اللہ ﷺ بطن الشاۃ ثم صلی ﷺ ولم یتوضأ"۔

(صحیح مسلم ج1 ص157 باب الوضوء مما مست النار)

حضرت ابورافعؓ سے روایت ہے: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بکری کے معدہ کو پکایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا

(3) حدثنا مرزوق و ربیع الجیزی و صالح بن عبدالرحمٰن قالوا ثنا القعنبی قال ثنا فائد مولیٰ عبیداللہ بن علی بن عبیداللہ عن جدہ قال طبخت لرسول اللہ ﷺ بطن شاۃ فأکل منھا ثم صلی العشا ﷺ ولم یتوضأ

(شرح معانی الاثار ج1 ص50)

ہمیں ابن مرزوق اور ربیع الجیزی نے عبیداللہ کے دادا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بکری کے معدہ کو پکایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کھایا پھر عشاء کی نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

ظاہر بات ہے کہ معدہ اور اوجھڑی ہی ہے، جس کے کھانے کا ثبوت خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل گیا ہے۔

حضرت عائشہؓ سے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں اوجھڑی کھانے کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

(4) "وعن نسيكة أم عمرو بن جلاّس قالت: انى عند عائشة وقد ذبحت شاة لها، فدخل رسول اللهﷺ وفى يده عُصيّة فالقاها ثم هوىٰ الى المسجد فصلى فيه ركعتين ثم هوىٰ إلى فراشه فتبطع عليه، ثم قال: هل من غذاء؟ فأتيناه بصحفة فيها خبز شعير، وفيها كسرة وقطعة من الكرش، وفيها الذراع ۔ قالت: فأخذت عائشة قطعة من الكرش وإنها لتنهشها اذ قالت: ذبحنا شاة اليوم فما أمسكنا غير هذا قالت: يقول رسول اللهﷺ لا بل كلها أمسكت إلا هذا"۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ج25 ص44۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج5 ص44۔ کتاب الاطعمۃ حدیث نمبر 7986 طبع دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت)

"حضرت نیسکہ ام عمرو بن جلاسؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں: میں حضرت عائشہؓ کے پاس تھی ان کے لئے ایک بکری ذبح کی گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو رکھا اور مسجد کی طرف متوجہ ہوئے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھی پھر اپنے بستر کی طرف گئے اور اس پر لیٹ گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کھانے کے لئے کوئی چیز ہے؟ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک پیالہ لائے جس میں جَو کی روٹی تھی اور اوجھڑی کا ایک ٹکڑا تھا۔ اور ایک بکری کی دستی تھی۔ حضرت نیسکہؓ نے کہا حضرت عائشہؓ اوجھڑی کا ٹکڑا لے کر اس کو دانتوں سے کھانے لگیں۔ اس وقت انہوں نے فرمایا:

ہم نے آج بکری ذبح کی تھی ہمارے پاس اس کے سوا کچھ اور نہیں بچا۔ حضرت نسیکہ ؓ کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں! بلکہ وہ سب کچھ باقی ہے جو اس کے علاوہ ہے''۔

(5) حضرت عمر ؓ سے بھی امام رازیؒ نے اوجھڑی کھانے کا ثبوت پیش کیا ہے خود بریلوی عالم ''سید احمد علی شاہ'' صاحب نے بھی اپنی کتاب ''تسکین السالکین بتبرکات الصالحین'' میں اس کو نقل کیا ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"روی أن عمر رضی اللہ عنہ کان فی أیام خلافته دخل السوق فاشتری کرشاً وحمله بنفسه فراٰه علی رضی اللہ عنہ من بعید فتنکّب علی عن الطریق فاستقبله عمر وقال له لم تنکّب عن الطریق؟ فقال علی رضی اللہ عنہ حتیٰ لاتستحیی فقال: وکیف أستحی من حمل ماهو غذائی فکأنه تعالیٰ یقول اذا کان عمر لا یستحی من الکرش الذی هو غذاؤه فی الدنیا فکیف أستحی عن ذکر البعوض الذی یعطیك غذاء دینك"

(تفسیر کبیر ومفاتیح الغیب للرازی ج32 ص143 تفسیر سورۃ الکافرون)

''حضرت عمر ؓ اپنے ایام خلافت میں بازار تشریف لے گئے اور اوجھڑی خریدی اور بذاتِ خود اسے اُٹھایا۔ حضرت علیؓ نے دور سے آپ کو دیکھ لیا اور راستے سے ایک طرف ہٹ گئے۔ حضرت عمر ؓ آپ کے سامنے آ گئے اور فرمایا: آپ راستے سے ایک طرف کیوں ہٹ گئے؟ اس پر حضرت علی ؓ نے فرمایا: میں تو ایک طرف اس لئے ہٹ گیا تھا کہ کہیں آپ کو شرم نہ آئے! حضرت عمر ؓ نے جواباً فرمایا: میں اس چیز کو اٹھانے سے کیوں شرماؤں جو میری غذا ہے۔

گویا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ جب عمر ؓ اس اوجھڑی سے نہیں شرماتے ہیں جو ان کی دنیا کی غذا ہے تو میں خدا مچھر جیسی کے بیان کرنے سے کیسے شرماؤں جو کہ تجھے دین کی غذاء دیتا ہے۔''

بریلوی عالم سید احمد علی شاہ صاحب نے بھی اس روایت کو ذکر کیا ہے

(تسکین السالکین بتبرکات الصالحین ص 29)

مندرجہ بالا تمام روایات سے صراحتاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہؓ اور حضرت عمرؓ سے اوجھڑی کھانے کا ثبوت ملتا ہے، تو پھر اس کے حلال ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے؟ نعوذ باللہ من ذالک ایسا تو نہیں ہوسکتا کہ یہ مقدس حضرات حرام اور مکروہ غذا کھاتے ہوں! کیونکہ یہ حضرات خود دوسروں کو حرام غذاؤں سے روکنے والے تھے تو خود کیسے کھا سکتے ہیں؟۔

جمہور اور عام فقہاء کرامؒ کے فیصلے کہ حلال جانور کی صرف سات اشیاء ممنوع ہیں

حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت مجاہدؒ سے مروی روایات کہ جن میں حلال جانور کے سات اعضاء کو مکروہ بتلایا گیا ہے، کی وجہ سے عام اور اکثر فقہاء کرام کرامؒ نے صرف سات اعضاء کو ہی مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ اس میں حدیث کی پیروی اور اتباع ہے۔

چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں

(1) امام محمدؒ کی کتاب الاثار کا حوالہ:

فقہاء احناف کے سرخیل امام محمدؒ اپنی "کتاب الآثار" میں حضرت مجاہدؒ سے مروی مذکورہ روایت پر یوں باب قائم کرتے ہیں:

"باب ما یکرہ من الشاۃ والدم وغیرہ"

(کتاب الآثار ص 187.186 طبع مکتبہ امدادیہ ملتان)

باب ان اشیاء کا جو بکری کی مکروہ ہیں اور خون اور اس کے علاوہ کا۔

یہ باب قائم کرنا صرحتاً دلیل ہے اس بات کی فقہاء احناف کے ہاں حلال جانور کی صرف سات اشیاء مکروہ ہیں کیونکہ اس روایت میں 7 اجزاء کو ہی مکروہ بتلایا گیا ہے۔

(2) کتاب مجمع الانھار کا حوالہ:

کتاب مجمع الانھار میں لکھا ہے:

"ویکرہ من الشاۃ الحیاء وھو الفرض والخصیۃ والمثانۃ والذکر والمرارۃ والغدۃ والدم المسفوح ۔ قال الامام: الدم حرام واکرہ الستۃ"

(مجمع الانھار کتاب الخنثیٰ، مسائل شتیٰ ج4 ص489 طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)

''بکری یا بکرے کے یہ اعضاء مکروہ ہیں (1) مادہ کی شرمگاہ (2) کپورے (3) مثانہ (4) نر جانور کی شرمگاہ (5) پتہ (6) غدود (7) اور بہتا ہوا خون۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فرمایا: خون حرام ہے اور باقی چھ چیزیں مکروہ ہیں''

(3) کتاب تنویر الابصار کا حوالہ:

تنویر الابصار میں لکھا ہے:

"وکرہ تحریما من الشاۃ سبع: الحیاء والخصیۃ والغدۃ والمثانۃ والمرارۃ والدم المسفوح والذکر"

(تنویر الابصار مع در المختار کتاب الخنثیٰ، مسائل شتیٰ ج6)

''بکری یا بکرے کے سات اعضاء مکروہِ تحریمی ہیں (1) مادہ جانور کی شرمگاہ (2) کپورے (3) غدود (4) مثانہ (5) پتہ (6) بہتا ہوا خون (7) نر جانور کی شارمگاہ''۔

(4) کتاب بدائع الصنائع کا حوالہ:

بدائع الصنائع میں لکھا ہے:

”فالذی یحرم أکله منه سبعة: الدم المسفوح والذکر الأنثیان والقبل والغدة والمثانه والمرارة لقوله تعالیٰ: ویحرم علیهم الخبائث وهٰذه السبعة مما تستخبثه الطبائع السلیمة فکانت محرمة“۔

(بدائع الصنائع کتاب الذبائح، فصل فیما یحرم أکلہ من اجزاء الحیوان ج6 ص272 طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت)

”وہ چیزیں جن کا کھانا ناجائز ہے، سات ہیں (1) بہتا ہوا خون (2) نر جانور کی شرمگاہ (3) کپورے (4) مادہ جانور کی شرمگاہ (5) غدود (6) مثانہ (7) پتہ“۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے **وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ** اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم گندی چیزوں کو ان پر ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اور سات چیزیں ان اشیاء میں سے ہیں جن سے طبیعتِ سلیمہ نفرت کھاتی ہے لہٰذا ان کا کھانا جائز نہ ہوگا۔

(5) فتاویٰ عالمگیری کا حوالہ:

فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

” واما بیان ما یحرم أکله من اجزاء الحیوان سبعة الدم المسفوح والذکر ولأنثیان والقبل والغدة ولامثانه والمرارة کذا فی البدائع“

(فتاویٰ عالمگیری ج5 ص290 کتاب الذبائح الباب الثانی)

”جانور کے ان اجزاء کا بیان کہ جن کا کھانا جائز نہیں وہ سات ہیں (1) بہتا ہوا خون (2) نر جانور کی شرمگاہ (3) کپورے (4) مادہ جانور کی شرمگاہ (5) غدود (6) مثانہ (7) پتہ“۔ کتاب بدائع الصنائع میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(6) کتاب درِّ مختار کا حوالہ:

درِّ مختار میں لکھا ہے:

”اذا ما ذکیت شاۃ فکلھا سوی سبع ففیھن الوبال فحا ثم خا ثم غین والدال ثم میمان وقال انتھی فالحاء الحیاء وھو الفرج والخاء الخصیۃ والغین الغدۃ والدال الدم المسفوح والمیمان المرارۃ والمثانہ والذال الذکر“

(درمختار ج10 ص478)

”جب تو جانور کو ذبح کرے تو اس میں سے سوائے سات اجزاء کے باقی کو کھا، اس لئے کہ ان کے کھانے میں وبال ہے وہ سات اجزاء یہ ہیں (1) حاء (2) خاء (3) غین (4) دال (5) (6) دو میمیں (7) ذال۔

حاء سے مراد: حیاء یعنی مادہ جانور کی شرمگاہ۔ خاء سے مراد: خصیتین (کپورے) ہیں۔ غین سے مراد: الغدۃ یعنی غدود ہیں۔ دال سے مراد: الدم المسفوح یعنی بہتا ہوا خون ہے۔ دو میموں سے مراد: المرارۃ والمثانہ یعنی پتہ اور مثانہ ہیں۔ اور ذال سے مراد: الذکر یعنی نر جانور کی شرمگاہ ہے۔

(7) فتاوی شامی کا حوالہ:

فتاویٰ شامی میں لکھا ہے:

"کرہ تحریما لما روی الأوزاعی عن واصل بن ابی جمیلۃ عن مجاھد قال: کرہ رسول اللہﷺ من الشاۃ الذکر والأنثیین والقبل والغدۃ والمرارۃ والمثانہ والدم۔ قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ: الدم حرام وأکرہ ما سواہ لأنہ مما تستخبثہ الأنفس وتکرھہ وھٰذا المعنیٰ سبب الکراھۃ لقولہ تعالیٰ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ"۔

(فتاوی شامی ج6 ص449)

”ان اشیاء کو مکروہ تحریمی قرار دینے کی وجہ وہ روایت ہے جس کو امام اوزاعیؒ نے واصل بن ابی

جمیلہ سے اور انہوں نے حضرت مجاہدؒ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانور کے ان اجزاء کو مکروہ فرمایا: (1) نر جانور کی شرمگاہ (2) کپورے (3) مادہ جانور کی شرمگاہ (4) غدود (5) پتہ (6) مثانہ (7) خون۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: خون حرام ہے اور باقی چھ چیزیں مکروہ ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے ہے ''وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ کہ تم پر مردار اور خون کو حرام کیا گیا ہے'' تو جب یہ آیت خون کو شامل ہے تو اس کا حرام ہونا یقینی ہے اور اس کے علاوہ باقی اشیاء مکروہ ہیں اس لئے کہ طبیعتیں اس کو ناپاک اور مکروہ سمجھتی ہیں اور یہی چیزیں ان کے مکروہ ہونے کا سبب ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ'' اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر خبیث چیزوں کو ناجائز ٹھہراتے ہیں''۔

(8) فتاویٰ حمادیہ کا حوالہ:

فتاوی حمادیہ میں لکھا ہے: **والحرام منها واحد وهو الدم المسفوح لقوله تعالىٰ "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ" الآية. والباقي من السبعة مكروه لأنه مما يستخبثه الأنفس وما سوى ذالك مباح على أصله لأن الأصل في الأشياء الإباحة**

(فتاویٰ نذیریہ ج3 ص321)

''ان سات چیزوں میں سے ایک بہتا ہوا خون حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ'' ''تم پر مردار اور خون حرام کیا گیا ہے'' سات میں سے باقی چھ مکروہ ہیں اس لئے کہ طبیعتیں ان سے نفرت کرتی ہیں اور اس کے سوا باقی اجزاء اپنی اصل پر مباح ہیں اس لئے کہ اشیاء میں اصل اباحت یعنی ان کا جائز ہونا ہے۔

(9) البحر الرائق کا حوالہ:

البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں بھی فتاوی شامی کی طرح کی عبارت موجود ہے۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج24 ص492)

(10) مغنی المستفتی کا حوالہ:

کتاب مغنی المستفتی میں بھی عام کتب کی طرح یہی عبارت لکھی ہے "**المکروہ تحریماً من الشاۃ سبعٌ...الخ**

''کہ جانور کے سات اجزاء مکروہِ تحریمی ہیں'' اس کے بعد وہی سات اجزاء ذکر کئے ہیں جو کہ باقی کتب میں مذکور ہیں۔

(مغنی المستفتی عن سوال المفتی ج 5 ص 477 طبع دار احیاء التراث العربی بیروت)

فقہاء کرامؒ کی مذکورہ عبارات سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ انہوں نے بھی حدیث کی پیروی میں حلال جانور کے صرف سات اجزاء کو ہی مکروہ تحریمی فرمایا ہے۔ اگر اوجھڑی وغیرہ کا کھانا مکروہ یا حرام ہوتا تو اس بحث میں اس کو ضرور ذکر فرماتے۔ لیکن سات اجزاء پر اکتفاء فرمانا، خاص طور پہ ''درّ مختار اور فتاویٰ حمادیہ'' میں سات کے علاوہ باقی کو حلال قرار دینا اوجھڑی وغیرہ کے حلال ہونے کی واضح دلیل ہے۔

فقہاء کرامؒ سے اوجھڑی کے حلال ہونے کا ثبوت

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قرآن وسنت کے صحیح ترجمان فقہاء کرامؒ ہیں۔ جس طرح قرآن وسنت کو صحیح معنیٰ میں انہوں نے سمجھا ہے کوئی دوسرا ان کے مقابلے میں نہیں آسکتا۔

حلال وحرام کے مسائل کو قرآن وسنت کی روشنی میں جتنی تفصیل سے فقہاء کرامؒ نے بیان کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ سات چیزوں کے مکروہ ہونے کے متعلق فقہاء کرام کرامؒ کی تصریحات ذکر کی جاچکی ہیں کہ ان کے ہاں حلال جانور کے صرف سات اجزاء مکروہ ہیں۔ اس سے اوجھڑی کی حلت کے مسئلہ پر کافی روشنی پڑی ہے۔ ایک دوسرے انداز سے فقہاء کرام

کرامؒ کی عبارات نقل کرنا بھی اس مسئلہ کو واضح کرے گا۔

فقہاءکرامؒ کی وضاحت کہ اوجھڑی کا حکم اس کے گوشت والا ہے

فقہاءکرامؒ نے یہ وضاحت کی ہے کہ اوجھڑی کا حکم اس کے گوشت والا ہے۔یعنی جس جانور کا گوشت حلال ہے اس کی اوجھڑی بھی حلال ہے اور جس کا گوشت حرام ہے اس کی اوجھڑی بھی حرام ہے۔ ہاں! البتہ اگر حلال جانور مر جائے تو اس کے گوشت کے حرام ہونے کے باوجود اس کی اوجھڑی کو صاف ستھرا کر کے کھانے کے علاوہ کسی اور استعمال میں لا سکتے ہیں۔فقہاءکرامؒ کی کچھ تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

(1) کتاب بحر الرائق کا حوالہ:

کتاب بحر الرائق میں علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں:

"إذا أصلح أمعاء شاة ميتة فصلى وهى معه جازت صلوٰته لانه يتخذ منها الأوتار وهو كالدباغ و كذا لك العقب والعصب و كذا لودبغ المثانه فجعل فيها لبن جاز ولا يفسد اللبن و كذالك الكرش ان كان يقدر على اصلاحه۔ وقال ابو يوسفؒ فى الإملاء: إن الكرش لايطهر لانه كاللحم"

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق الطھارۃ بالدباغ ج1 ص380)

"جب اس نے مردار بکری کی انتڑیوں کو صاف کرلیا پھر نماز پڑھی اور وہ اس کے ساتھ تھیں تو اس کی نماز جائز ہے۔ اس لئے کہ ان سے کمان کی تانت بنائی جاتی ہیں اور یہ عمل دباغت کی طرح ہے۔ اور اسی طرح اس جانور کے پٹھے اور اعصاب کا بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر اس کے مثانہ کو دباغت دے دی گئی پھر اس میں دودھ رکھ دیا گیا تو دودھ فاسد نہ ہوگا۔ اور اسی طرح اگر اوجھڑی کو صاف ستھرا کرنے پر اس کو قدرت ہو تو وہ بھی صاف ستھرا کرنے سے پاک ہو

جائے گی لیکن امام ابو یوسفؒ نے ''اِملاء'' میں فرمایا ہے کہ مردار اوجھڑی صاف کرنے سے پاک نہ ہوگی اس لئے کہ اس کا حکم اس کے گوشت والا ہے''

(2) المحیط البرھانی کا حوالہ:

فقہ حنفی کی معروف کتاب ''المحیط البرھانی'' میں لکھا ہے:

''وكذالك لودبغ المثانه وأصلحها فجعل فيها لبناً جاز ولا يفسد اللبن۔ قال واما الكرش فان كنت تقدر على اصلاحه كما تقدر على إصلاح المثانه فلا بأس بجعل اللبن فيه وان صليت وهو معك اجزاءك وعن ابى يوسف فى الكرش انه مثل اللحم اكرهه وان يبسه

(المحیط البرھانی فی فقہ النعمانی ج 21 ص 60)

''اور اسی طرح اگر مثانہ کو دباغت دی گئی اور اس کو اچھی طرح صاف کرلیا گیا پھر اس میں دودھ رکھا گیا تو جائز ہے اور دودھ خراب بھی نہ ہوگا۔ فرمایا: اور اگر وہ اوجھڑی ہے اور تو اس کی اچھی طرح صفائی کرسکتا ہے جیسا کہ مثانہ کی صفائی کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں کہ اس میں بھی دودھ کو رکھا جائے۔ اور اگر تو نے نماز پڑھی اور اوجھڑی تیرے پاس تھی تو تیری نماز درست ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اوجھڑی کا حکم گوشت کی طرح ہے، میں اس کو ناپسند سمجھتا ہوں اگرچہ وہ خشک بھی ہوجائے''۔

غور فرمائیں! یہاں مردار جانور کے گوشت کے حرام ہونے کے باوجود اس کی انتڑیوں اور اوجھڑی کو صاف کرنے کے بعد پاک کہا جارہا ہے۔ فقہاء کرام میں صرف امام ابو یوسفؒ کا اس میں اختلاف ہے کہ مردار جانور کی اوجھڑی صاف کرنے سے پاک نہ ہوگی۔ کیوں کہ ان کے ہاں اوجھڑی کا حکم گوشت والا ہے۔ جب مردار جانور کا گوشت حرام اور ناپاک ہے تو اس کی اوجھڑی بھی ناپاک ہوگی۔

ذبح کئے ہوئے حلال جانور کا گوشت چونکہ حلال اور پاک ہے تو اس کی انتڑیاں اور اوجھڑی بھی صاف کرنے سے حلال اور پاک ہو جائیں گے۔اس میں تمام فقہاء کرامؒ متفق ہیں اور امام ابو یوسفؒ بھی متفق ہیں کیوں کہ ان کے ہاں اوجھڑی کا حکم گوشت والا ہے، گوشت حلال ہے تو اوجھڑی بھی حلال ہو گی۔

(3) کتاب البہجہ کا حوالہ:

مالکیہ کی مشہور کتاب ''البہجہ'' میں لکھا ہے:

''الکرش والکبد ونحوھما حکمھا حکم اللحم فیجری حکمھا علیه"۔

(البہجہ فی شرح التحفۃ ج2 ص77)

''اوجھڑی اور کلیجی اور ان جیسی اور چیزیں ان کا حکم ان کے گوشت والا ہے، لہٰذا ان پر ان کے گوشت والا حکم جاری ہو گا''

(4) کتاب اسنی المطالب کا حوالہ:

شوافع کی معروف کتاب ''اسنی المطالب میں لکھا ہے:

"قال الأوزاعي: الظاھر ان الکرش والکبد والرئة والقلب والمخ والدماغ ونحوھا من أجزائھا فی حکم اللحم"

(اسنی المطالب ج21 ص444)

''علامہ اوزاعیؒ نے فرمایا: ظاہر یہی ہے کہ اوجھڑی، کلیجی، پھیپھڑے، دل، سر، دماغ اور اس جیسے اس کے دوسرے اجزاء بھی گوشت کے حکم میں شامل ہوں گے''۔

(5) کتاب الجمل کا حوالہ:

علامہ اوزاعیؒ کا یہ فرمان شوافع کی معروف کتاب ''الجمل'' میں بھی موجود ہے۔

(الجمل علی المنہج للشیخ الاسلام ج10 ص558)

(6) کتاب المجموع کا حوالہ:

امام محی الدین النووی الشافعیؒ لکھتے ہیں:

''وقال القاضی حسین: ان الکرش والمصران کاللحم مع الحشم"

(المجموع ج10 ص220)

''حضرت قاضی حسینؒ نے فرمایا: اوجھڑی اور تھن چربی کے ساتھ گوشت کے حکم میں ہوں گے''

مذکورہ عبارات سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء کرامؒ کے ہاں اوجھڑی گوشت کے حکم میں ہے۔ جس جانور کا گوشت حلال ہے تو اس کی اوجھڑی بھی حلال ہے۔

گوشت نہ کھانے کی قسم کے مسئلہ میں فقہاء کرامؒ کے ہاں اوجھڑی کی حلت پر دلالت ہے

اگر کوئی قسم کھالے کہ میں گوشت نہیں کھاؤں گا پھر اس نے اوجھڑی کھالی تو حانث ہوجائے گا۔ یعنی اس کی قسم اوجھڑی کے کھانے سے فقہاء کوفہ کے ہاں ٹوٹ جائے گی اور اس کو اپنی قسم کا کفارہ دینا پڑے گا اس لئے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے دور میں اوجھڑی گوشت کے ساتھ ہی کوفہ میں فروخت کی جاتی تھی اور اس کو گوشت سمجھا جاتا تھا۔ اوجھڑی کا حلال گوشت کے ساتھ فروخت ہونا اور اس کو گوشت سمجھنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ فقہاء کرام احناف اہل کوفہ کے ہاں اوجھڑی حلال ہے ورنہ گوشت کے ساتھ بیچی نہ جاتی۔ اس مسئلہ کی وضاحت پر فقہاء کرامؒ کی کچھ عبارات ملاحظہ فرمائیں:

(1) کتاب بدائع الصنائع کا حوالہ:

فقہ حنفی کی معروف کتاب ''بدائع الصنائع'' میں لکھا ہے:

''ولو أکل احشاء البطن مثل الکرش والکبد والفؤاد والکلی والرئه والأمعاء والطحال ذکر الکرخی انه یحنث فی هذا کله الا فی شحم

البطن، وهذا الجواب على عادة اهل الكوفة فى زمن أبى حنيفة وفى موضع الذى يباع مع اللحم"

(بدائع الصنائع فصل فی الحلف علی الاکل او الشرب ج6 ص393)

''اور اگر اس نے پیٹ کی اندرونی اشیاء میں سے کسی کو کھایا مثلاً اوجھڑی، کلیجی، دل، گردہ، پھیپھڑا، انتڑیاں اور تلّی کھائی تو امام کرخیؒ نے فرمایا کہ وہ اپنی قسم میں حانث ہو جائے گا ان تمام اشیاء کے کھانے سے سوائے پیٹ کی چربی کے۔ اور یہ جواب اہل کوفہ کی عادت کے مطابق ہے امام ابو حنیفہؒ کے زمانے میں کیونکہ اس جگہ ان چیزوں کو گوشت کے ساتھ بیچا جاتا تھا''۔

(2) المحیط البرھانی کا حوالہ:

المحیط البرھانی میں لکھا ہے:

"ولو أكل مايكون فى الجوف من الكرش والكبد والطحال يحنث فى يمينه وهذا بناء على عرف اهل الكوفة فان هذه الأشياء فى عرفهم كانت تباع مع اللحم وتستعمل استعمال اللحم"

(المحیط البرھانی فی فقہ النعمانی ج10 ص16)

''اور اگر اس نے ان چیزوں میں سے کوئی چیز کھائی جو پیٹ کے اندر ہوتی ہیں مثلاً اوجھڑی، کلیجی اور تلی کھائی تو اپنی قسم میں حانث ہو جائے گا اور یہ فتویٰ اہل کوفہ کے عرف کی وجہ سے ہے اس لئے کہ ان کے عرف میں یہ چیزیں گوشت کے ساتھ بیچی جاتی تھیں اور ان کا استعمال گوشت کے استعمال کی طرح ہوتا تھا۔

(3) کتاب مجمع الانھار کا حوالہ:

کتاب مجمع الانھار میں لکھا ہے:

"وفى الأختيار وغيره الكرش والكبد والرئة والفؤاد والرأس

والاکارع والأمعاء والطحال لحم لأنہا تباع مع اللحم وھذا فی عرفھم"

(کتاب مجمع الانھار شرح ملتقی الابحار ج4 ص65)

"اور اختیار وغیرہ میں لکھا ہے کہ اوجھڑی، کلیجی، پھیپھڑے، دل، سری، پائے، انتڑیاں اور تلی گوشت ہیں اس لئے کہ یہ چیزیں گوشت کے ساتھ بیچی جاتی ہیں اور یہ کوفہ والوں کے عرف میں ہے"۔

(4) کتاب خزانۃ الفقہ کا حوالہ:

علامہ ابولیث نصر بن محمد السمر قندیؒ فرماتے ہیں:

"إذا حلف أن لا یأکل من لحم ھذہ الشاۃ لایحنث فی أکل اربعۃ منہا وھو (1) المخ (2) والالیۃ (3) والدماغ (4) وشحم البطن۔ ویحنث فی کل سبعۃ منہا وھو: (1) الفؤاد (2) والکبد (3) والکلیۃ (4) والرئۃ (5) والکرش (6) والأمعاء (7) وشحم الظہر"

(خزانۃ الفقہ ص161 طبع المکتبۃ الغفوریۃ المعاصمیۃ کراچی)

"جب اس نے قسم کھائی کہ اس بکری کے گوشت میں سے کچھ نہیں کھائے گا تو ان چاروں چیزوں کے کھانے سے اس کی قسم نہ ٹوٹے گی (1) سری (2) دنبہ کی چکی (3) دماغ (4) پیٹ کی چربی۔ اور ان سات چیزوں میں سے کسی کو کھانے سے اس کی قسم ٹوٹ جائے گی (1) دل (2) کلیجی (3) گردہ (4) پھیپھڑے (5) اوجھڑی (6) انتڑیاں (7) پیٹھ کی چربی"۔

(5) کتاب رمز الحقائق کا حوالہ:

علامہ عینیؒ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"(والکبد والکرش) مرفوعان عطفاً علی اللحم وقولہ (لحم) خبر المبتدأ فإذا کانت ھذہ الأشیاء لحماً۔ یحنث بأکلھا فی یمینہ لا یأکل لحماً"

(کتاب رمز الحقائق شرح کنز الدقائق ج1 ص355)

''اور کلیجی اور اوجھڑی ان کے لئے استعمال ہونے والے لفظ ''الکبد والکرش'' دونوں لحم (گوشت) پر عطف ہونے کی وجہ سے مرفوع ہیں اور کنز الدقائق کے مصنف کا قول ''لحم'' مبتداء کی خبر ہے۔لہٰذا جب یہ چیزیں بھی گوشت ہیں تو اگر اس نے قسم اٹھائی کہ میں گوشت نہیں کھاؤں گا تو ان چیزوں کے کھانے سے اپنی قسم میں حانث ہوجائے گا یعنی اوجھڑی اور کلیجی کے کھانے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔

(6) فتاویٰ سراجیہ کا حوالہ:

علامہ سرج الدین ابی محمد علی بن عثمان التیمی الحنفی لکھتے ہیں:

''حلف لا یأکل لحماً فأکل لحم السمك یحنث ولو أکل کبداً أو کرشاً فی الجامع الصغیر یحنث''

(الفتاوی السراجیہ ص260، 261 طبع زمزم پبلشرز کراچی)

''اس نے قسم اٹھائی کہ گوشت نہیں کھاؤں گا پھر اس نے مچھلی کا گوشت کھالیا تو حانث ہوجائے گا۔اگر اس نے کلیجی یا اوجھڑی کھائی تو جامع الصغیر میں ذکر کیا گیا ہے کہ وہ حانث ہوجائے گا''۔

(7) شرح مختصر طحاوی کا حوالہ:

امام ابو بکر الجصاصؒ لکھتے ہیں:

''قال من حلف ان لا أکل لحماً فأکل کبداً او کرشاً حنث''

(شرح مختصر الطحاوی فی الفقہ الحنفی کتاب الایمان والکفارات والنذور ج7 ص452)

''جس نے قسم اٹھائی کہ گوشت نہیں کھائے گا پھر اس نے کلیجی یا اوجھڑی کھائی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی''۔

(8) فتاوی قاضی خان کا حوالہ:

فقہ حنفی کی معروف ''فتاوی قاضی خان'' میں لکھا ہے:

''والكبد والطحال وجميع ما كان في البطن كالكرش ونحوه لحم فيل هٰذا في بلد يباع ذالك مع اللحم"

(فتاوی قاضی مع فتاوی سراجیہ کتاب الایمان ج2 ص309 طبع مکتبہ حقانیہ کوئٹہ)

''اور کلیجی اور تلی اور پیٹ کی اندورنی تمام اشیاء مثلاً اوجھڑی اور اس جیسی اور چیزیں گوشت ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان چیزوں کو گوشت اس شہر میں شمار کیا جائے گا جس میں یہ چیزیں گوشت کے ساتھ بیچی جاتی ہوں''۔

(9) کتاب الفقہ الحنفی وادلتہٗ کا حوالہ:

الشیخ محمد سعید الصاغرجیؒ لکھتے ہیں:

''والكرش والكبد والرئة والقلب والكلية والرأس والأكارع ولأمعاء والطحال لحم، لأنها تباع مع اللحم"

(کتاب الفقہ الحنفی وادلتہٗ ج2 ص312 طبع دار الکلم الطیب دمشق)

''اور اوجھڑی اور کلیجی اور پھیپھڑے اور دل اور گردے اور سری اور پائے اور انتڑیاں اور تلی یہ سب گوشت ہیں۔ اس لئے ان کو گوشت کے ساتھ بیچا جاتا ہے''۔

(10) شرح فتح القدیر علی الھدایہ کا حوالہ:

امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن ھمام الحنفیؒ نے لکھا ہے:

"(وكذا اذا أكل كبداً او كرشا) اورئة اوقلباً اوطحالا يعني يحنث لأن نموّه من الدم ويستعمل استعمال اللحم"

(شرح فتح القدیر علی الھدایہ کتاب الایمان ج5 ص114 طبع دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

''اور اسی طرح جب کلیجی یا اوجھڑی یا پھیپھڑے یا دل یا تلّی کھائی تو حانث ہوجائے گا یعنی اس کی قسم ٹوٹ جائے گی۔ اس لئے کہ اس کی پیدائش خون سے ہوتی ہے اور اس کو گوشت کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے''۔

مندرجہ بالا تمام عبارات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے دور میں ان کے شہر کوفہ میں خاص طور پر اوجھڑی کلیجی وغیرہ گوشت کے ساتھ بیچی اور خریدی جاتی تھی، اس کا گوشت کے ساتھ بیچا اور خریدا جانا اور اس کو گوشت سمجھنا اوجھڑی کے حلال ہونے کی واضح دلیل ہے۔ کیونکہ جب اس کو گوشت کے ساتھ بیچا اور خریدا جاتا تھا اور گوشت سمجھا جاتا تھا تو یہ اس کے کھانے کے لئے ہی تھا۔ اور کوفہ میں فقہاء کوفہ کے سامنے اوجھڑی بیچی اور خریدی جاتی تھی اس کے باوجود انہوں نے اوجھڑی کو مکروہ اور حرام نہیں فرمایا۔ بلکہ اس شخص کے لئے جو گوشت نہ کھانے کی قسم اٹھائے اس کے اوجھڑی کے کھانے کی وجہ سے قسم میں حانث ہونے یعنی اس قسم کے ٹوٹ جانے کا فتویٰ دیا تو یہ فقہاء کرام احنافؒ کے ہاں اوجھڑی کے حلال ہونے کی واضح دلیل ہے۔

ہمارے عرف میں بھی اوجھڑی اور کلیجی گوشت کے ساتھ بیچی خریدی اور پکا کر کھائی جاتی ہے اور مرغی کے گوشت میں بھی کلیجی اور پوٹہ گوشت کے ساتھ فروخت ہوتا اور پکایا جاتا ہے۔ لہٰذا ہمارے عرف میں بھی کوئی آدمی قسم کھالے کہ میں گوشت نہیں کھاؤں گا تو وہ اوجھڑی اور کلیجی کے کھانے سے حانث ہوجائے گا۔ اور اس کی قسم ٹوٹ جائے گی۔

ہاں! البتہ جس علاقے میں گوشت کے ساتھ اوجھڑی اور کلیجی وغیرہ نہیں بیچی جاتی اور اس کو گوشت کے ساتھ نہیں کھایا جاتا تو وہاں اوجھڑی اور کلیجی کے کھانے کی وجہ سے اس کی قسم بھی نہ ٹوٹے گی۔ اوپر جو عبارات ذکر کی گئی ہیں ان کے ساتھ دوسری کتب میں بھی عرف کا لحاظ کرتے ہوئے قسم میں حانث ہونے نہ ہونے کا فیصلہ عرف کی بنیاد پر کیا گیا ہے۔

حرام گوشت کھانے کے مسئلہ میں بھی عباراتِ فقہاؒ میں اوجھڑی کے حلال ہونے پر دلیل موجود ہے

گوشت نہ کھانے کی قسم کے بحث کے ضمن میں فقہاء کرامؒ کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہوا ہے کہ اگر کوئی قسم کھالے کہ میں گوشت نہیں کھاؤں گا تو یہ قسم حلال گوشت کے کھانے پر موقوف ہوگی یا مطلقاً گوشت کے کھانے پر حرام ہو یا حلال ہو؟ تو بعض فقہاء کرامؒ کا مؤقف یہ ہے کہ یہ قسم مطلقاً گوشت کے کھانے پر موقوف ہوگی وہ حرام یا حلال گوشت کھائے ہر صورت میں حانث ہوجائے گا یعنی اس کی قسم ٹوٹ جائے گی۔ لیکن اکثر فقہاء کرامؒ کا قول یہ ہے کہ یہ قسم حلال گوشت کے کھانے پر موقوف ہوگی۔ لہٰذا اگر اس نے حلال گوشت کھایا تو قسم ٹوٹے گی اگر حرام گوشت مثلاً خنزیر یا انسان کا گوشت کھایا تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی اور فتویٰ بھی اسی قول پر ہے کہ حرام گوشت کے کھانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی۔

اس بحث میں قابل غور بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں بحث کے دوران خنزیر اور انسان کے گوشت کو حرام فرمایا گیا ہے لیکن اوجھڑی کو حرام نہیں فرمایا جو کہ اوجھڑی کے حلال ہونے کی واضح دلیل ہے۔ فقہاء کرامؒ کی کچھ عبارات ملاحظہ فرمائیں:

(1) فتاویٰ تاتارخانیہ کا حوالہ:

امافرید الدین عالم بن العلاء الاندرپتی الدھلوی المتوفی ۷۸٦ھ لکھتے ہیں:

"ولو حلف لا یأکل لحماً ولا نیة له فأکل السمك لا یحنث ولو أکل لحم الخنزیر او لحم انسان یحنث فی یمینه۔ وفی الکافی: وذکر الزاهد العتابی انه لا یحنث وعلیه الفتویٰ۔ وفی جامع الصغیر للعتابی وقیل الحالف اذا کان مسلماً ینبغی أن لا یحنث لان أکله لیس بمتعارف وهو الصحیح"

مزید فرماتے ہیں:

"ولو أكل مايكون في الحشو من الكرش، الكبد وفي الحجة: والقلب م والطحال يحنث في يمينه وهذا على عرف اهل الكوفة"

(الفتاویٰ التاتارخانیہ کتاب الایمان الفصل نمبر 12 الحلف علی الافعال ج 6 ص 120، 121 طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

''اور اگر اس نے قسم کھائی کہ وہ گوشت نہیں کھائے گا اور اس کی کوئی نیت نہیں تھی پھر اس نے مچھلی کا گوشت کھالیا تو حانث نہیں ہوگا اور اگر اس نے خنزیر یا انسان کا گوشت کھالیا تو اپنی قسم میں حانث ہوجائے گا۔ اور کتاب ''کافی'' میں لکھا ہے: علامہ الزاہد العتابی نے ذکر کیا ہے کہ وہ اس صورت میں حانث ہوگا اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور امام عتابی کی جامع صغیر میں لکھا ہے کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قسم کھانے والا اگر مسلمان ہے تو مناسب یہی ہے کہ وہ حانث نہ ہو۔ اس لئے کہ مسلمان کے ہاں خنزیر یا مسلمان کا گوشت کھانا متعارف نہیں اور یہی صحیح بات ہے۔ اور اگر اس نے جانور کی اندرونی اشیاء میں سے کچھ کھایا مثلاً اوجھڑی، کلیجی کھائی اور کتاب الحجۃ میں ہے کہ اگر دل کھایا اور تلی کھائی تو حانث ہوجائے گا اپنی قسم میں اور یہ فتویٰ اہل کوفہ کے عرف کی بنا پر ہے۔''

مذکورہ عبارت میں خنزیر اور آدمی کے گوشت کے متعلق فرمایا کہ اس کا کھانا مسلمانوں کے ہاں متعارف نہیں یعنی اس کھانے کا رواج نہیں، لیکن اوجھڑی کے متعلق ایسی کوئی بات نہیں فرمائی کیونکہ اس کو مسلمان کھاتے ہیں۔ اب وہ عبارات ذکر کرتا ہوں جن میں خنزیر اور مسلمان کے گوشت کو کھانے سے حانث ہونا بتا گیا اور ساتھ حرام ہونا بھی بتایا گیا ہے لیکن اوجھڑی کو حرام نہیں بتایا گیا۔

(2) کتاب الھدایہ کا حوالہ:

علامہ برھان الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر المرغینانیؒ فرماتے ہیں:

''(ولو أكل لحم الخنزير أو لحم انسان يحنث) لأنه لحم حقيقي إلا أنه حرام واليمين قد تعقد للمنع من الحرام (وكذا إذا أكل كبدا أو كرشاً) لأنه لحم حقيقة فإن نموه من الدم ويستعمل استعمال اللحم''

(الھدایہ ج4 ص27 باب الیمین فلاکل والشرب طبع مکتبۃ البشریٰ کراچی)

''اور اگر خنزیر یا انسان کا گوشت اس نے کھالیا تو اپنی قسم میں حانث ہوجائے گا۔ اس لئے کہ حقیقت میں وہ بھی گوشت ہے مگر یہ کہ اس کا کھانا حرام ہے اور قسم حرام سے رُکنے کی صورت میں بھی منعقد ہوجاتی ہے۔ اسی طرح اگر اس نے کلیجی یا اوجھڑی کھائی تو پھر بھی اپنی قسم میں حانث ہوجائے گا اس لئے کہ یہ بھی حقیقت میں گوشت ہی ہے کیونکہ اس کی پیدائش بھی گوشت سے ہوتی ہے اور اس کو گوشت کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔

(3) کتاب النہر الفائق کا حوالہ:

علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم حنفیؒ فرماتے ہیں:

''(لحم الخنزير والانسان والكبد والكراش لحم) فيحنث بأكلها في حلفه لا يأكل لحماً لأنها لحم حقيقة وان حرم تناول لحم الخنزير والأنسان لأن اليمين قد تعقد على الحرام''

(النہر الفائق شرح کنز الدقائق باب الیمین فی لاکل والشرب ج3 ص78)

''خنزیر اور انسان کا گوشت اور اوجھڑی اور کلیجی بھی گوشت ہے۔ لہٰذا ان کے کھانے سے اپنی قسم میں حانث ہوجائے گا اگر اس نے قسم کھائی تھی کہ گوشت نہیں کھاؤں گا۔ اس لئے کہ یہ حقیقتاً گوشت ہیں اگرچہ خنزیر اور انسان کے گوشت کا کھانا حرام ہے۔ کیونکہ قسم تو حرام کے کھانے پر بھی منعقد ہوجاتی ہے''۔

(4) کتاب تبیین الحقائق کا حوالہ:

علامہ فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی حنفیؒ فرماتے ہیں: **قال:**

"(ولحم الخنزير والإنسان والكبد والكرش لحم) لأن منشاء هذه الأشياء الدم فصارت لحماً حقيقة حتىٰ يحنث بأكلها فى يمينه لا يأكل لحماً إلا أن لحم الخنزير والآدمي حرام واليمين قد تعقد لمنع النفس عن الحرام قوله والكبد والكرش اى والقلب والرئة والطحال قوله لان منشاء هذه الاشياء الدم وتستعمل استعمال اللحم"

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ج3 ص464 طبع مکتبہ اشرفیہ کوئٹہ)

''صاحب کنز الدقائق ؒ نے فرمایا: خنزیر اور انسان کا گوشت اور کلیجی اور اوجھڑی گوشت ہے اس لئے ان اشیاء کا منشاء (پیدا ہونے کی جگہ) خون ہے لہٰذا یہ چیزیں حقیقتاً گوشت ہوئیں حتیٰ کہ ان چیزوں کے کھانے سے اپنی قسم میں حانث ہو جائے گا جب اس نے قسم اٹھائی کہ میں گوشت نہیں کھاؤں گا مگر خنزیر اور آدمی کا گوشت حرام ہے اور قسم اپنے آپ کو حرام سے روکنے کی وجہ سے بھی منعقد ہو جاتی ہے۔ کنز الدقائق کے مصنف کا قول کلیجی اوجھڑی اور دل اور پھیپھڑے اور تلّی بھی اسی حکم میں شامل ہے۔ مصنف کا قول کہ ان اشیاء کا منشاء خون ہے اور ان کو استعمال بھی گوشت کی طرح کیا جاتا ہے''۔

مندرجہ بالا عبارات میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ اگر کوئی قسم کھالے ''میں گوشت نہیں کھاؤں گا'' اس کے بعد اگر اس نے خنزیر یا انسان کا گوشت کھالیا یا اوجھڑی یا کلیجی کھالی تو اپنی قسم میں حانث ہو جائے گا یعنی اس کی قسم ٹوٹ جائے گی، ہاں البتہ خنزیر اور انسان کا گوشت کھانا حرام ہے۔

غور فرمائیں! ان عبارات میں مسئلہ کے ضمن میں ساتھ ہی خنزیر اور انسان کے گوشت کے حرام ہونے کی بھی تصریح موجود ہے۔ لیکن اوجھڑی کے حرام ہونے کی تصریح کہیں موجود نہیں

بلکہ بتادیا گیا ہے کہ اوجھڑی اور کلیجی کو گوشت کے ساتھ ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ اوجھڑی کے حلال ہونے پر واضح دلیل ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

مکمل باب اور اس میں ذکر کیے گئے دلائل کا خلاصہ

(1) حلال حرام کے مسئلے میں شریعت نے انسان کو آزاد نہیں چھوڑا بلکہ خود اس کی وضاحت کی ہے، جس چیز کو قرآن وسنت نے حلال کہا وہ حلال ہے اور جس کو حرام کہا وہ حرام ہے۔قرآن وسنت نے اوجھڑی کو حرام نہیں فرمایا لہٰذا حرام نہیں ہوگی۔

(2) فاضل بریلوی صاحب کے حوالہ سے بھی ذکر کیا گیا کہ اشیاء میں اصل اباحت یعنی اس کا جائز ہونا ہے، بغیر صریح دلیل کے کسی چیز کو حرام یا مکروہ کہنے کی جرأت نہیں کی جاسکتی۔ اوجھڑی کے حرام یا مکروہ ہونے پر کوئی صریح دلیل موجود نہیں لہٰذا ان کے اپنے بیان کردہ اصول کی روشنی میں بھی اوجھڑی حلال ہوگی۔

(3) احادیث میں صرف حلال جانور کی سات چیزوں کو مکروہ بتایا گیا ہے، ان میں اوجھڑی شامل نہیں لہٰذا ان احادیث کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ اوجھڑی کو مکروہ نہ کہا جائے۔

(4) پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ سے اوجھڑی کے کھانے کی روایات ذکر کی گئی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُسوہ حسنہ اور صحابہؓ کی پیروی کا تقاضا یہ ہے اوجھڑی کو حرام یا مکروہ نہ کہا جائے۔ اور اگر ''نعوذ باللہ من ذالک'' اس طرف ذہن جائے گا کہ ان مقدس ہستیوں نے ایک حرام اور مکروہ چیز کو استعمال کیا۔ حالانکہ یہ مقدس ہستیاں تو خود دوسروں کو حرام خوری سے روکا کرتی تھیں تو پھر خود کیسے اس کا ارتکاب کرسکتی ہیں؟۔

(5) جمہور فقہاء کرامؒ نے بھی حدیث کی اتباع میں صرف سات اجزاء کو مکروہ فرمایا ہے، اور اوجھڑی کو کسی فقیہ اور امام نے آج تک حرام یا مکروہ تحریمی نہیں فرمایا۔ ظاہر بات ہے کہ قرآن وسنت کے صحیح ترجمان فقہاءؒ ہی ہیں اور اجتہاد واستنباط میں ان سے بڑھ کر کوئی ماہر نہیں ہو

سکتا۔ جب انہوں نے اس کو مکروہ نہیں فرمایا تو بعد میں کسی اور کو بھی یہ حق نہیں کہ اس کو حرام یا مکروہ قرار دے۔ خاص طور پے ایسے حضرات کے لئے جو خود مقلد ہوں۔ مقلد حضرات پر تو اپنے امام کی تقلید واجب ہے۔

(6) فقہاء میں امام محمدؒ جو کہ فقہاء احناف کے سرخیل ہیں۔ حلال جانور کے صرف سات اعضاء کو مکروہ بتاتے ہیں سوائے اوجھڑی کے۔

امام ابو یوسفؒ خود اوجھڑی کے لئے اس کے گوشت کا حکم لگاتے ہیں یعنی ان کے ہاں جس جانور کا گوشت حلال ہے تو اس کی اوجھڑی بھی حلال اور پاک ہے اور جس جانور کا گوشت حلال نہیں تو ان کے ہاں اس کی اوجھڑی بھی حلال اور پاک نہیں۔ یہ بھی اوجھڑی کے حلال ہونے پر بہت واضح دلیل ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے فقہاء بھی اوجھڑی کے لیے اس کے گوشت والے حکم کو تسلیم کرتے ہیں جس سے ان کے ہاں بھی اوجھڑی کا حلال ہونا معلوم ہوتا ہے۔

(7) اس بات پر بھی فقہاء کی عبارات پیش کی جا چکی ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کے دور میں بھی کوفہ جو کہ ان کا اپنا شہر تھا، اوجھڑی گوشت کے ساتھ فروخت ہوتی تھی، یہ بھی اس کی حلت پر واضح دلیل ہے۔ کیونکہ امام اعظم ابو حنیفہؒ اپنے زمانہ کے حالات سے خوب واقف تھے اور لوگوں کو حرام سے بچانے میں آپ کی زندگی اور آپ کی فقہ گواہ ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ لوگوں کو اوجھڑی گوشت کے ساتھ کھاتا اور بیچتا ہوا دیکھ کر بھی آپ نے اس کے حرام یا مکروہ ہونے کا فتویٰ نہیں دیا؟

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے شاگرد امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ بھی آپ سے اوجھڑی کا حرام یا مکروہ ہونا نقل نہیں کرتے اور نہ ہی بعد کے فقہاء آپ سے اس بات کو نقل کرتے ہیں۔ بلکہ امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ اور بعد کے فقہاءؒ سے تو اوجھڑی کا حلال ہونا معلوم ہوتا ہے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ بھی اوجھڑی کی حلت کے قائل ہیں۔

(8) بعد والے فقہاءؒ کی عبارات بھی تفصیل سے ذکر کی گئی ہیں کہ ان کے ہاں اگر کوئی قسم کھالے کہ میں گوشت نہیں کھاؤں گا، پھر اوجھڑی کھالے تو اپنی قسم میں حانث ہو جائے گا۔ وجہ انہوں نے اس کی یہی ذکر فرمائی کہ اوجھڑی کا حکم اس کے گوشت والا ہے۔ جب گوشت حلال ہے تو اوجھڑی بھی حلال ہے۔

خاص طور پہ خنزیر اور انسان کے گوشت کھانے کی بحث میں یہ مسئلہ اور واضح ہو جاتا ہے کہ فقہاء نے اس بحث میں بتا دیا کہ خنزیر اور انسان کا گوشت حرام ہے۔ لیکن کہیں نہیں فرمایا کہ اوجھڑی کھانا بھی حرام ہے۔ یہ اوجھڑی کے حلال ہونے کی کس قدر واضح دلیل ہے؟۔

بہر حال! دلائل کے متلاشی کے لئے اس باب میں کافی کچھ آ گیا مزید کی ضرورت نہیں۔

باب دوم

اوجھڑی کو حرام یا مکروہ کہنے والوں کے دلائل کے جوابات

جب اوجھڑی کے حلال ہونے پر قرآن کریم و سنت مطہرہ اور فقہاءؒ سے دلائل پیش کئے جا چکے تو اس کے حرام یا مکروہ کہنے والوں کے دلائل کی طرف متوجہ ہونے کی خاطر خواہ ضرورت نہ تھی۔ یہ جوابات محض ان حضرات کی تسلی کے لئے ہیں جو دوسرے فریق کے دلائل پڑھنے اور سننے کے عادی اور ان کے جوابات کے خواہاں ہیں۔

دلیل نمبر 1: سات کا عدد جو حدیث میں آیا ہے اس سے سات میں حصر مقصود نہیں:

اوجھڑی کو مکروہ یا حرام کہنے والوں کی پہلی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں جو سات اجزاء کو مکروہ فرمایا گیا ہے اس سے سات میں حصر مقصود نہیں بلکہ سات کا عدد محض اتفاقی ہے۔ چنانچہ: فاضل بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''واضح ہوا کہ عامہ کتب میں لفظ سبع (سات) صرف باتباع حدیث ہے، جس طرح کتب کثیرہ میں شاۃ (بکری) کی قید ہے''

(فتاویٰ رضویہ ج20 ص238)

مزید لکھتے ہیں: ''جیسے لفظ شاۃ محض باتباع حدیث واقع ہوا ہے اور اس کا مفہوم مراد نہیں یونہی لفظ سبع''

(فتاویٰ رضویہ ج20 ص238)

جواب: یہ کوئی ضروری نہیں کہ اگر ایک لفظ اتفاقی ہو تو دوسرا بھی اتفاقی ہو۔ حدیث اور عام کتبِ فقہ میں سات کا عدد احترازی ہے۔ کیونکہ عام فقہاءؒ نے انہیں سات چیزوں کو حدیث کی وجہ سے مکروہ بتایا ہے ورنہ جمہور فقہاءؒ صرف سات چیزوں کے مکروہ ہونے کا مؤقف اختیار نہ کرتے۔

اوجھڑی کا کھانا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ سے ثابت ہو چکا ہے لہٰذا اس حیلے کی وجہ سے اوجھڑی کو حرام یا مکروہ نہیں کہا جا سکتا۔ ویسے بھی مقلد کے لئے اپنے امام کی تقلید واجب ہے۔ تو جب امام ابوحنیفہؒ حدیث کی اتباع میں صرف سات اجزاء کو مکروہ فرمایا ہے تو مقلد کو بھی اس سے تجاوز درست نہیں۔ اگر یہ سات کا عدد محض اتفاقی ہوتا تو بڑے بڑے مجتھد اس کی وضاحت ضرور فرماتے حالانکہ جمہور فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کی اس قید کو محض اتفاقی نہیں فرماتے۔

دوسری دلیل: شاذ اقوال کا سہارا ہے:

فاضل بریلوی صاحب نے جو اوجھڑی کو مکروہ تحریمی بتایا ہے تو اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض علماء نے حلال جانور کے سات مکروہ اجزاء کے علاوہ بھی کچھ اعضاء کو اپنے خیال میں مکروہ لکھا ہے۔ اس پر بنیاد قائم کر کے فاضل بریلوی صاحب نے اوجھڑی سمیت مزید دس چیزوں کو مکروہ تحریمی کہہ دیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

''وہ سات اشیاء حدیث میں آئیں اور پانچ چیزیں کہ علماء نے بڑھائیں اور دس فقیر نے زیادہ کیں''

(فتاویٰ رضویہ ج 20 ص 240)

مزید لکھتے ہیں: یہ تو سات تو بہت کتب مذہب، متون۔ شروح، فتاویٰ میں مصرح اور علامہ قاضی بدیع خوارزمی صاحب غنیۃ الفقہاء، علامہ شمس الدین محمد قہستانی شارح نقایہ، علامہ سید احمد مصری محشی درمختار وغیرہم نے دو چیزیں اور زیادہ فرمائیں

(8) نخاع الصلب یعنی حرام مغز اس کی کراھت نصاب الاحتساب میں بھی ہے

(9) گردن کے دو پٹھے جو شانوں تک ممتد ہوتے ہیں۔ اور فاضلین اخیرین وغیر ہمانے تین اور بڑھائیں (10) خونِ جگر (11) خون طحال (12) خون گوشت یعنی دمِ مسفوح نکل جانے کے بعد جو خون گوشت میں رہ جاتا ہے

(فتاویٰ رضویہ ج20 ص236)

پوری دلیل کا حاصل یہ ہوا کہ کچھ علماء نے سات کے علاوہ پانچ اور اعضاء کو بھی مکروہ قرار دیا ہے اس لئے میں نے دس اعضاء کو مزید مکروہ بتایا ہے۔

جواب: اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ کہ فاضل بریلوی صاحب اور دوسرے بریلوی علماء کو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہونے کا دعویٰ بھی ہے اور مقلد کا کام تو اپنے امام کی تقلید ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے تو خون کو حرام اور باقی چھ چیزوں کو مکروہ تحریمی فرمایا ہے۔ ان اجزاء کے علاوہ کسی اور چیز کو مکروہ یا حرام نہیں فرمایا تو مقلد کے لئے اپنے امام کے قول سے عدول کس طرح جائز ہوگا؟

دوسری بات یہ ہے کہ فقہ حنفی کا مفتیٰ بہ اور راجح قول انہی سات چیزوں کے ممنوع ہونے کا ہے۔ اس سے ہٹ کر جن علماء نے کسی اور چیز کو بھی مکروہ فرمایا ہے ان کا قول ''شاذ، ضعیف اور غیر مفتیٰ بہ'' ہے اور یہ طے شدہ اصول ہے کہ ضعیف اور نادر قول پر فتویٰ دینا جائز نہیں۔ چنانچہ خود فاضل بریلوی صاحب نے بھی لکھا ہے:

(1) ''قول ضعیف پر فتویٰ دینا جہل ومخالفِ اجماع ہے''

(فتاویٰ رضویہ ج6 ص315)

(2) ''مفتی کو حق نہیں کہ وہ طے شدہ امور کو زیر بحث لائے''

(فتاویٰ رضویہ ج11 ص247)

(3) ''نادر پر حکم نہیں ہوتا اور احکامِ فقہ غالب پر ہی مرتب ہوتے ہیں''

(فتاویٰ رضویہ ج10 س44)

لہٰذا نادر اور ضعیف اقوال کو بنیاد بنا کر یہ کہنا کہ فلاں فلاں نے پانچ اجزاء کو مکروہ کہا ہے تو میں بھی دس مزید اجزاء کو مکروہ کہتا ہوں، درست نہیں۔

تیسری دلیل: قیاس ہے:

''فاضل بریلوی صاحب کی تیسری دلیل قیاس ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

''اور یہاں خود امامِ مذہبؒ نے اشیاءِ ستہ کی علت پر نص فرمایا کہ ''خباثت'' ہے اب فقیر متوکلاً علی اللہ کوئی محلِ شک نہیں جانتا کہ (17) دُبر یعنی پاخانے کا مقام (18) کرش یعنی اوجھڑی (19) امعاء یعنی آنتیں بھی اس حکمِ کراہت میں داخل ہیں۔ بے شک دُبر، فرج وذکر، کرش، امعاء اور مثانہ سے خباثت میں زائد نہیں تو کسی طرح کم بھی نہیں۔ فرج وذکر اگر گذرگاہِ بول ومنی ہیں، دبر گذرگاہِ سرگین ہے۔ مثانہ اگر معدن بول ہے، شکنبہ ورودہ مخزن فرث ہیں۔ اب چاہے اسے دلالۃ النص سمجھئے خواہ اجرائے علتِ منصوصہ''

(فتاویٰ رضویہ ج20 ص138، 139)

مفتی اکرم نقشبندی صاحب لکھتے ہیں:

''آپ کی بات بالکل درست ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حدیثِ پاک میں صرف سات چیزوں کی حرمت کا ذکر ہے ہم بقیہ پندرہ چیزوں کا اضافہ قیاس شرعی کے ذریعے کرتے ہیں''

(القول الغالب علی تحریم الکرش ص69)

مزید لکھتے ہیں: حیون ماکول اللحم کے بدن میں جو چیزیں مکروہ ہیں ان کا مدار خبث کی بناء پر ہے اور حدیث میں مثانہ کراہت منصوص ہے اور بے شک اوجھڑی اور آنتیں مثانہ سے اگر خباثت میں زائد نہیں ہے تو کسی طرح کم بھی نہیں''

(القول الغالب ص131)

اس دلیل کا خلاصہ یہ ہوا کہ حدیث میں جن سات چیزوں کو ممنوع بتایا گیا ہے ان کے

ممنوع ہونے کی علت اور وجہ ان کا خبیث ہونا ہے۔ اوجھڑی بھی خباثت میں کم نہیں لہٰذا یہ بھی مکروہ ہوگی۔

جواب نمبر 1: ''شریعت جس چیز کو خبیث سمجھے وہ ہی خبیث ہے: اس بات میں کوئی شک نہیں کہ خبیث اور گندی چیزیں کھانا ممنوع ہے اور اللہ رب العزت کا فرمان ''وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ'' کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں پر خبیث چیزیں حرام قرار دیتے ہیں'' یہ فرمان بھی اپنی جگہ برحق ہے، لیکن کسی چیز کو خبیث قرار دینے کا معیار یہ ہیکہ شریعت اس چیز کو خبیث قرار دے، تب وہ خبیث سمجھی جائے گی ورنہ نہیں۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ اوجھڑی کو نہ تو قرآن نے خبیث قرار دیا ہے اور نہ ہی سلف صالحین نے اس خبیث سمجھا ہے۔ بلکہ سب سے پہلے تیرہ سو سال بعد فاضل بریلوی صاحب نے اس کو خبیث کہا ہے۔ اگر یہ خبیث ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو نہ کھاتے اور نہ ہی صحابہ کرامؓ اس کو کھاتے اور نہ ہی فقہاءؒ اس کو اس کے گوشت کی طرح بتاتے۔ اور کوفہ جو کہ بے شمار صحابہؓ تابعینؒ و اہل اللہ کا مرکز تھا اس میں گوشت کے ساتھ اس کی فروخت نہ ہوتی۔ اور اس وقت سے لے کر آج تک اس کو گوشت کے ساتھ نہ بیچا جاتا اور نہ کھایا جاتا ہے جو کہ اس کے خبیث نہ ہونے کی واضح دلیل ہے۔

اگر کسی چیز کے خبیث نہ ہونے کے لئے یہ معیار ہے کہ محض طبیعتیں اس کو خبیث سمجھیں اور اس سے نفرت کریں تو اللہ رب العزت نے لوگوں کی طبیعتیں ایک جیسی نہیں بنائیں، کسی کو کوئی چیز ناپسند ہے اور کسی کو کوئی۔ اگر یہ طریقہ کار اختیار کیا جائے کہ جس کو جو چیز ناپسند ہو تو وہ اس کو حرام بتانے لگے اور دلیل میں یہ آیت پڑھ دے ''وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ'' تو شریعت پھر ایک کھلونا بن کر رہ جائے گی۔ ظاہر ہے کہ یہ طریقہ کار درست نہ ہوگا۔

کسی کو کوئی چیز پسند نہیں تو وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے یہ چیز پسند نہیں یا میں یہ چیز نہیں کھایا کرتا ہوں، لیکن اس کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنی طبیعت کے نہ چاہنے کی بنا پر اس چیز کو حرام قرار

دے۔ اب اگر کسی کو اوجھڑی پسند نہیں تو وہ نہ کھائے ہر حلال چیز کو ہر ایک کے لے استعمال کرنا کوئی ضروری تو نہیں، لیکن اس کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے اسے حرام یا مکروہ قرار دے، اس لئے کہ شریعت نے اُس کو اِس کی اجازت نہیں دی۔

جواب نمبر 2: اوجھڑی کو مثانہ وغیرہ پر قیاس کرنا بھی درست نہیں: اوجھڑی کو شرمگاہ پر قیاس کرتے ہوئے کہا گیا کہ اوجھڑی اس لئے مکروہ یا حرام ہے کہ یہ گندگی جمع ہونے کی جگہ ہے۔ تو جو گندگی کی گذرگاہیں ہیں مثلاً فرج اور ذکر وغیرہ وہ مکروہ ہیں تو یہ بھی مکروہ ہوگی۔ جواباً عرض ہے کہ اگر اوجھڑی کو اس وجہ سے مکروہ کہتے ہو کہ یہ گندگی کے جمع ہونے کی جگہ ہے تو سارے گوشت کو مکروہ کہنا پڑے گا کیونکہ وہ بھی خون کے جمع ہونے کی جگہ ہے اور ظاہر بات ہے کہ خون ناپاک ہے۔ جو علت اوجھڑی میں ہے وہ علت گوشت میں بھی پائی گئی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اوجھڑی تو مکروہ اور ناپاک ہوئی اور گوشت غیر مکروہ اور پاک!؟ شاید یہ جواب ذہن میں کہ گوشت سے ذبح کے وقت جب خون نکل گیا تو وہ ناپاک نہ رہا تو یہی بات ہم کہیں گے کہ ذبح کے بعد جب اوجھڑی سے گندگی نکال لی گئی اور اس کو صاف کرلیا گیا تو وہ گندگی کا مخزن نہ رہی بلکہ پاک ہوگئی۔

اسی طرح گردہ بھی تو اپنے کام کے دوران پیشاب اور گندگی سے متلوث رہتا ہے اور پیشاب کو مثانہ میں ٹپکاتا ہے اس کو حرام یا مکروہ تحریمی کیوں نہیں کہا جاتا؟

شاید یہاں بھی یہی جواب ہو جب وہ ذبح کے بعد گندگی میں متلوث نہ رہا اور اس نے اپنا کام کرنا چھوڑ دیا تو صاف کرنے سے پاک ہوگیا۔ یہی ہم کہتے ہیں کہ اوجھڑی جب گندگی سے متلوث نہ رہی بلکہ اچھے طریقے سے صاف کرلی گئی تو گندگی کا مخزن نہ رہی اور نہ ہی ناپاک لہٰذا اوجھڑی کو دوسرے مکروہ اعضاء پر قیاس کرنا درست نہیں بلکہ یہ حلال ہے اس کو دوسرے حلال اعضاء پر قیاس کر کے حلال کہا جائے۔

فاضل بریلوی صاحب کو دارالعلوم نعیمیہ لاہور کے مفتی صاحب کا جواب

بریلوی حضرات کے معروف دینی ادارہ ''دارالعلوم نعیمیہ لاہور'' کے مفتی محمد علیم سیالوی صاحب نے اس قیاس کے جواب میں لکھا ہے:

ان میں سات اشیاء حدیث والی ہیں کچھ علماء فقہاء نے نشاندہی کی اور دس کے قریب ان میں اضافہ کیا اور چار کا شمار اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ مگر ان میں علت کو ''شریحؒ اور قاضی باقلانیؒ'' نے علت لغوی قرار دیا ہے۔

اصول: اصل سے فرع کی طرف کسی حکم کو متعدی کرنے کے لئے اصول یہ ہے:

"وأن یتعد الحکم الشرعی الثابت بالنص بعینه الیٰ انواع هو نظیره وهو نص فیه وهٰذا الشرط وإن کان واحد تسمیة لکنه یتضمن شروطا اربعة احدهما کون الحکم شرعیاً لا لغویاً والثانی تعدیة بعینه بلا تغییر والثالث کون فرع نظیر الأصل لا ادون منه الرابع عدم وجود النص فی الفرع"۔

ترجمہ: قیاس میں جملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے فرع جو اصل کی نظیر ہے اس کے لئے کہ وہ حکم بعینہ متعدی ہو رہا ہو جو نص کے ساتھ اصل کے لئے ثابت ہے، اگرچہ بظاہر یہ ایک شرط ہے مگر ضمناً اپنے اندر چار شرائط لئے ہوئے ہے۔

(1) حکم شرعی ہونا چاہیے نہ لغوی (2) اصل والا حکم فرع کی طرف بعینہ متعدی ہو رہا ہو بغیر تغیر وتبدل کے (3) فرع اصل کی نظیر ہو اس سے کم نہ ہو (4) فرع میں کوئی حکم منصوص نہ ہو۔

مذکور اشیاء ستہ کی وجہ کراہت دو اشیاء صاحبِ بدائع نے ذکر کی ہیں: سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ان اشیاء کو دمِ مسفوح کے ساتھ حکم میں جمع کرنا یا پھر طباعِ سلیمہ کا ان کے

استعمال کو مستنکر جاننا۔

اصول یہ ہے کہ حکم شرعی علت کی وجہ سے لگتا ہے نہ کہ حکمت کی وجہ سے

"ألأصل انه يفرق بين علة الحكم وحكمته فان علته موجبة وحكمته غير موجبه كما ان السفر علة للقصر وحكمته المشقت"

(القواعد الفقهیہ 21 قاعدہ 35)

ترجمہ: حکم شرعی علت کی وجہ سے لگتا ہے نہ کہ حکمت کی وجہ سے جیسے قصر سفر کی وجہ (علت) ہے نہ کہ حکمت (مشقت) کی وجہ سے۔

اگر جمع کرنا وجہ کراہت ہے تو باقی اشیاء کا حکم غیر معلوم ٹھہرا اور اگر علت کراہت طباع سلیمہ ہو تو یہ امر اضافی ہے۔ عین ممکن ہے ایک شئے کو ایک شخص اچھا نہ جان رہا ہو مگر دوسرا اس کو کسی وجہ سے اچھا قرار دے۔ ایک علت مستنبطہ امام اہل سنت اعلی حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے قول سے مل رہی ہے وہ یہ ہے ان اشیاء کا محل و مقر نجاست ہونا۔ اگر اسے علت مانا جائے تو پھر گردے کو خارج اور حلال قرار دینا کیونکر صحیح ہوگا؟ گردہ نہ صرف دم مسفوح کی گزرگاہ ہے بلکہ بول کو تقطیر کر کے مثانہ میں پہنچانے والا گردہ ہے اور مسفوح کو تمام بدن میں جاری رکھنے والا اور ابھی آپ امام اہلسنت کے ارشاد میں اوپر دیکھ آئے کہ بکری کے دل سے نکلنے والا خون حرام ہے اور یہ کھایا جائے گا۔ کہ دل کو چیرنے کے بعد دم منجمد کو نکال پھینکا اور دل نے اثر نہ لیا۔ تو اوجھڑی کو ناجائز و مکروہ تحریمی کی وجہ جاتی رہتی ہے جو اس میں ہے۔ اسے نکال پھینکنے اور صاف کر لینے پر طباع مستنکر (پسند) نہیں جانتیں۔

وفى المحيط لا بأس بأكل شعير يوجد فى بعر الإبل والشاة فيغسل ويو كل

(بحر الرائق ج 8 ص 183)

ترجمہ: ''بکری اور اونٹنی کی مینگنی میں سے نکلنے والے جَو کو دھو کر کھا سکتے ہو''

علت یہ بیان ہوئی کہ نجاست کا اس میں تداخل نہیں، جو نجاست شعیر کو لگتی ہے، دھونے سے زائل ہوگئی، اوجھڑی کو دھو لینے اور سرگین کے اثرات سے صاف کر لینے کے بعد استعمال کیوں نہیں؟!

اگر چہ میرا ہمیشہ طریقہ یہی رہا ہے کہ بزرگوں سے منقول مسلک کو ہی راجح سمجھتا ہوں مگر یہ ایسے امور ہیں جن میں رد نہیں کیا جا سکتا۔ اگر مزاج سلیمہ ہی کو منصف بنانا ہے تو تو جائز کردہ نظر آتا ہے"

(فتاویٰ دارالعلوم نعیمیہ لاہور ج 2 ص 127 طبع نعیمیہ بک سٹال)

مفتی اقتدار احمد نعیمی صاحب کا جواب

معروف بریلوی عالم مفتی اقتدار احمد نعیمی صاحب نے اس قیاس کا ایک جواب یہ دیا ہے:

"یہاں مجدد ملت نے آنتوں اور اوجھڑی کو مثانہ پر قیاس فرمایا مگر علت توافق نہیں تفاوت و تفارق ہے کہ مثانہ کی علت معدنِ بول ہونا ہے اور آنتوں کی علت مخزن ہونا بتایا گیا۔ معدن و مخزن میں کثیر تفرق ہے۔ معدن، وطن اور مولد ہوتا ہے لیکن مخزن صرف ظرف اور مظروف ہوتا ہے۔ اس لئے یہ قیاس مع الفارق ہوا۔

(نقشِ نعل پاک پر اسماء مبارکہ لکھنا ص 46)

بریلوی علماء کی تصریحات سے بھی ثابت ہوا کہ اوجھڑی کو مثانہ وغیرہ پر قیاس کرنا درست نہیں۔

جواب نمبر 3: قرآن وسنت کے مقابلہ میں قیاس درست نہیں: احناف کی اصول فقہ کی تقریباً تمام کتب میں یہ بات لکھی ہے کہ ان کے ہاں مسائل شرعیہ کے بنیادی ماٰخذ چار ہیں (1) کتاب اللہ (2) سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (3) اجماع (4) قیاس

اصول فقہ کی کتب میں لکھا ہے کہ مسئلہ پہلے کتاب اللہ سے تلاش کیا جائے گا پھر اگر مسئلہ کتاب اللہ سے نہ ملے تو سنتِ رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کیا جائے گا اگر سنت سے بھی کوئی واضح حکم نہ ملے تو اجماع کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اگر اس مسئلہ پر اجماع بھی نہ ہو تو پھر سب سے آخر میں قرآن وسنت کی روشنی میں قیاس کیا جائے گا۔

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے قیاس کی نہ تو ضرورت ہے اور نہ ہی اس کی طرف رجوع کرنا ہی جائز ہے۔ ائمہ احناف ؒ نے خود بھی اس بات کی وضاحت کی ہے کہ نص کے ہوتے ہوئے قیاس کرنا جائز نہیں۔ کچھ تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

(1) امام قاضی ابی عبداللہ حسین بن علی الصیمری ؒ امام اعظم ابوحنیفہ ؒ سے سندِ متصل کے ساتھ دین کے بنیادی ماخذ پر ان کا مؤقف یوں نقل کرتے ہیں:

"انی آخذ بکتاب الله اذا وجدته۔ فما لم اجده فیه اخذت بسنة رسول الله ﷺ والآثار الصحاح عنه التی فشت فی ایدی الثقات عن الثقات فاذا لم اجد فی کتاب الله ولاسنت رسول الله ﷺ اخذت بقول اصحابه من شئت وادع قول من شئت ثم لا أخرج عن قولهم الیٰ قول غیرهم فاذا انتهی الامر إلی ابراهیم والشعبی والحسن وابن سیرین وسعید بن المسیب وعدد رجالاً قد اجتهدوا فلی أنأجتهد کما إجتهدوا"

(اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ ص 10)

"میں مسئلہ پہلے کتاب اللہ سے لیتا ہوں جب تک مسئلہ مجھے کتاب اللہ سے ملے۔ جب کتاب اللہ میں نہ ملے تو اس کو رسول اللہ ﷺ کی سنت اور ان صحیح آثار سے لیتا ہوں جو ثقہ لوگوں سے ثقہ لوگوں کے ذریعے پھیل گئے پھر جب اس کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے نہیں پاتا تو صحابہ کرام ؓ کے قول میں سے جس کو چاہتا ہوں اختیار کرتا ہوں اور جس کو چاہتا

ہوں چھوڑ دیتا ہوں۔ لیکن میں صحابہ کے اقوال سے دوسروں کے اقوال کی خاطر باہر نہیں جاتا۔ پھر جب معاملہ ابراہیم، شعبی، حسن بصری، ابن سیرین اور سعید بن المسیب رحمہم اللہ تک پہنچ جائے۔ امام اعظمؒ نے کچھ اور بھی ایسے حضرات کے نام گنوائے جنہوں نے اجتھاد کیا تھا، فرمایا کہ اس وقت میں بھی اجتھاد کرتا ہوں جیسے انہوں نے کیا''۔

(2) شیخ الاسلام شمس الدین محمد بن یوسف الصالحی لکھتے ہیں:

"وروى الخطيب وابو عبدالله ابن خسرو عن الفضيل بن عياض قال: كان ابو حنيفة اذا وردت عليه مسألة فيها حديث صحيح اتبعه وإن كان عن الصحابة والتابعين فكذالك وإلا قاس فاحسن القياس"

(عقود الجمان ص142)

''امام ابوحنیفہؒ کے سامنے جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو اگر اس کے بارے میں کوئی صحیح حدیث ہوتی تو اس کی پیروی کرتے اور اگر اس مسئلہ کے بارے میں صحابہؓ اور تابعینؒ کی راہنمائی موجود ہوتی تو پھر اسی کو لیتے وگرنہ اپنی بہترین صلاحیتوں سے بہترین قیاس کرتے''

(3) امام شعرانیؒ امام ابوحنیفہؒ کا قول نقل کرتے ہیں:

"إياكم والقول فى دين الله بالرأى وعليكم باتباع السنة فمن خرج عنها ضلّ"

(المیزان الکبریٰ ج1 ص71)

''تم اللہ کے دین میں رائے سے کوئی بات کہنے سے بچو اور اپنے اوپر سنت کی اتباع لازم کرو۔ اس لئے کہ جو شخص سنت سے نکل جاتا ہے گمراہ ہو جاتا ہے''۔

(4) کتاب الخیرات الحسان میں لکھا ہے:

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں:

"ليس لأحد أن يقول برأيه مع كتاب الله تعالىٰ ولا مع سنة رسول الله ﷺ ولا مع ما أجمع عليه أصحابه"

(الخیرات الاحسان ص 62)

"کسی شخص کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں رائے کا کوئی حق حاصل نہیں اور اسی طرح جس چیز پر صحابہ کرامؓ کا اجماع واقع ہو چکا ہو اس کے مقابلے میں بھی کسی کو رائے پیش کرنے کا حق نہیں پہنچتا"۔

(5) امام محمدؒ اہل مدینہ کے مؤقف کے خلاف فوت شدہ کی طرف سے حج کے درست ہونے پر مختلف آثار پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"ولآثار في هذه كثيرة وهذا الامر المجتمع عليه لا إختلاف بين الفقهاء فيه إلا من قال برأئيه ونبذ الآثار خلف ظهره"

(کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ ج 2 ص 479، 480)

"اس مسئلہ میں مروی آثار بہت سارے ہیں اور یہ ایک اتفاقی مسئلہ ہے۔ جس میں فقہاء کرام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں سوائے ان حضرات کے کہ جنہوں نے اپنی رائے کو اختیار کر کے ان روایات کو پسِ پشت ڈال دیا ہے"

(6) امام اعظم ابو حنیفہؒ کے ایک اور مایہ ناز شاگرد محدثِ جلیل عبد اللہ بن مبارکؒ امام زفرؒ جو کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے شاگرد ہیں کا ارشاد اس طرح نقل کرتے ہیں:

"سمعت زفر يقول: نحن لا نأخذ بالرأي مادام اثر و إذا جاء الاثر تركنا الرأي"

(الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ للعبد القادر القرشی ج 1 ص 534)

"میں نے امام زفرؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب تک حدیث اور اثر موجود ہو تو ہم رائے کو اختیار نہیں کرتے لیکن جب حدیث اور اثر آ جائے تو ہم رائے کو چھوڑ دیتے ہیں"۔

(7) امام شعرانیؒ نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے متعلق لکھا ہے:

"فعلم من جمع ما قررناه أن الإمام لايقيس ابداً مع وجود النص كما يزعمه المتعصبون عليه وانما يقيس عند فقد النص"

(المیزان الکبریٰ ج1 ص57)

''ہم نے جو بحث کی ہے اس سے بخوبی یہ معلوم ہو گیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نص (قرآن وسنت) کی موجودگی میں کبھی قیاس نہیں کرتے تھے جیسا کہ متعصب لوگوں نے ان پر الزام لگایا ہے۔ ہاں! وہ اس وقت قیاس کرتے تھے جب نص موجود نہ ہوتی تھی''۔

(8) فقہاء احنافؒ کے ترجمان امام ابوبکر محمد بن احمد السرخسیؒ (المتوفی 490ھ) فقہاء احنافؒ کی ترجمانی میں لکھتے ہیں:

(1) "والقياس فى معارضة النص باطل"

(اصول السرخسی ج2 ص147 بطبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

''قرآن وسنت کے مقابلے میں قیاس باطل ہے''۔

(2) ولا معتبر بالقياس فيه على مخالفة النص

(اصول السرخسی ج2 ص147 بطبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

''نص (قرآن وسنت) کے مخالفت میں قیاس کا کوئی اعتبار نہیں ہے''

(3) فلانّ العمل بالقياس يكون بعد النص وفى الحكم الثابت بالنص لامدخل للقياس فى التغيير كما لامدخل له فى الإبطال

(اصول السرخسی ج2 ص147 بطبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

''اس لئے کہ قیاس پر عمل نص کے بعد ہوتا ہے۔ جو حکم نص کے ذریعے ثابت ہے اس میں قیاس کے ذریعے تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں ہے جیسا کہ قیاس کے ذریعے نص کے حکم کو باطل نہیں کیا جا سکتا''۔

مندرجہ بالا حوالہ جات اور تصریحات سے ثابت ہوا کہ جس مسئلہ میں قرآن وسنت کا واضح حکم موجود ہو، تو اسی پر عمل کیا جائے گا۔ اس کے ہوتے ہوئے قیاس کرنا جائز نہیں۔

اوجھڑی کے متعلق ثابت ہو چکا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو مکروہ نہیں فرمایا بلکہ حلال جانور کے صرف سات اعضاء کو مکروہ فرمایا ہے۔ بلکہ اوجھڑی کا کھانا خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث میں موجود ہے۔ یہ اوجھڑی کے حلال ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے قیاس کی نہ تو ضرورت ہے اور نہ ہی اس پر عمل کرنا جائز ہے۔

چوتھی دلیل: اوجھڑی کھانے کے ثبوت پر حدیث ضعیف ہے:

''قیاس کے ذریعے اوجھڑی کو حرام یا مکروہ بتانے والے یہ بھی دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہم اس حدیث پر عمل اس لئے نہیں کرتے کہ ''طبرانی کبیر، ومجمع الزوائد وغیرہ'' میں مروی حدیث میں راوی ''ابراہیم بن اسمعلی بن مجمع'' ضعیف ہے۔ چنانچہ بریلوی عالم مفتی اکرم نقشبندی صاحب لکھتے ہیں:

''حدیث میں ابراہیم بن اسمعیل بن مجمع ضعیف راوی ہے جس کی وجہ سے علامہ نورالدین علی بن ابوبکر ھیثمیؒ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے''

(القول الغالب ص 31)

جواب نمبر 1: اوجھڑی اور انتڑیوں کے حلال ہونے پر ہم نے صرف طبرانی کبیر اور مجمع الزوائد سے حضرت نسیکہؓ والی روایت پیش نہیں کی بلکہ طحاوی شریف اور مسلم شریف کے حوالے سے بھی روایات پیش کی ہیں اور اس بات پر اوجھڑی کو مکروہ بتانے والے بھی اتفاق کریں گے صحیح مسلم کی روایت ضعیف نہیں بلکہ صحیح ہے۔ اس کے علاوہ طحاوی شریف کے حوالے سے پیش کی گئی روایت جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی بیوی حضرت ام سلمہؓ سے اوجھڑی پکوا کر کھانا

منقول ہے۔اس کی سند بھی صحیح ہے چنانچہ طحاوی والی روایت کے تحت علامہ عینیؒ نے لکھا ہے۔"

اسنادہ صحیح ولعل المراد من بعض ازواج النبی ﷺ ھھنا ام سلمۃ لأن لھا روایۃ کثیرۃ فی ھذا الباب وأراد بالبطن من الأحشاء"

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار ج1 ص388 طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث کی سند صحیح ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعض ازواج سے مراد یہاں حضرت ام سلمہؓ ہیں۔اس لئے کہ ان سے اس باب میں کئی روایات مروی ہیں اور یہاں حدیث میں پیٹ سے مراد انتڑیاں ہیں۔

معروف بریلوی عالم وشیخ الحدیث ''علامہ غلام رسول سعیدی'' صاحب نے بھی اس حدیث کو علامہ عینیؒ کے حوالے سے صحیح قرار دیا ہے۔چنانچہ لکھتے ہیں:''علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس حدیث میں پیٹ سے مراد انتڑیاں ہیں''

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار ج1 ص388 طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

''ان احادیث میں بکری کے معدہ اور انتڑیاں کھانے کا ثبوت ہے اور یہی اوجھڑی کھانے کا ثبوت ہے''

(نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری ج1 ص706)

لہٰذا طبرانی کبیر اور مجمع الزوائد والی حضرت نسیکہؓ سے مروی ضعیف روایت نہ بھی ہوتی ،تب بھی اس کے حلال ہونے پر صحیح مسلم اور طحاوی شریف والی روایاتِ صحیحہ کافی تھیں۔ایک روایت ضعیف کی بنا پر باقی روایات کا انکار درست نہیں۔

جواب نمبر 2: اوجھڑی کے حلال ہونے پر طحاوی شریف،مسلم شریف اور طبرانی والی روایات نہ بھی ہوتی تب بھی اوجھڑی کا حلال ہونا صرف سات اجزاء کے مکروہ بتانے والی روایات (حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ،حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ اور حضرت مجاہدؒ) سے ثابت ہے۔ کیونکہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حلال جانور کے مکروہ اجزاء صرف سات بتائے ہیں،ہم آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی کے بغیر ایک چیز کا بھی اضافہ نہیں کر سکتے، سات اعضاء کے مکروہ ہونے پر مبنی روایات ہی اوجھڑی کی حلت پر واضح دلیل ہیں۔

جواب نمبر 3: اوجھڑی کے حلال ہونے پر کوئی روایت نہ بھی ہوتی تب بھی اوجھڑی کا حلال ہونا ثابت ہے، کیونکہ بریلوی علماء خود یہ اصول بیان کرتے ہیں کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے چنانچہ فاضل بریلوی صاحب نے خود لکھا ہے:

''اصل اشیاء میں اباحت ہے جب تک شرع سے تحریم ثابت نہ ہو اس پر جرأت ممنوع ومعصیت ہے''۔

(فتاویٰ رضویہ ج22 ص180)

مفتی احمد یار نعیمی صاحب نے بھی لکھا ہے: ''اصل ہر چیز میں اباحت ہے کیونکہ اللہ نے ہر چیز ہمارے رزق کے لئے پیدا فرمائی''۔

(تفسیر نور العرفان ص231 طبع پیر بھائی کمپنی لاہور)

جب اشیاء میں اصل اباحت یعنی ان کا جائز اور حلال ہونا ہے تو اس اصول سے بھی اوجھڑی کا حلال ہونا ثابت ہے۔

جواب نمبر 4: اوجھڑی کی حلت میں ایک قسم کی روایات تو وہ ہیں جن سے صرف سات اجزاء کا مکروہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسری قسم کی روایات وہ ہیں جن سے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ کا اوجھڑی کھانا معلوم ہوتا ہے۔

ان روایات میں سے اگر کوئی روایات سند کے لحاظ سے کمزور بھی ہو تو دوسری روایات اس کی تائید میں موجود ہیں۔ اور محدثین کا اصول یہ ہے کہ اگر ایک مسئلہ کے متعلق روایات ایک سے زائد ہوں تو ان میں اگر کمزور بھی ہو تو وہ ایک دوسرے کی تائید کی وجہ سے قوی ہو جاتی ہیں۔ اس سلسلے میں کچھ حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

(1) علامہ عراقیؒ فرماتے ہیں:

''وھذہ الاسانید وان کانت ضعیفة لکن اذا ضمن بعضھا الی بعض احدث قوة''

(ماثبت بالسنۃ ص 17)

''یہ اسانید اگرچہ ضعیف ہیں لیکن جب بعض بعض کے ساتھ مل گئیں تو اس نے طاقت پیدا کردی''

(2) علامہ شعرانیؒ لکھتے ہیں:

''وقد احتج الجمھور المحدثین بالحدیث الضعیف اذا کثرت طرقه والحقوه بالصحیح تارةً والحسن اخری''

(المیزان الکبری ج 1 ص 28)

''اور جمہور محدثینؒ نے ضعیف حدیث سے استدلال کیا ہے جس وقت کہ اس کے طرق متعدد ہوں اور اس کو کبھی صحیح کے ساتھ لاحق کرتے ہیں اور کبھی حسن کے ساتھ''

(3) علامہ سمہودیؒ علامہ ذہبیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''قال الذھبی: طرق ھذا الحدیث کلھا لینة یقوی بعضھا بعضاً لان ما فی روایتھا متھم بالکذب''

(وفاء الوفاج 4 ص 169)

''امام ذہبیؒ نے فرمایا: اس حدیث کے تمام طرق کمزور ہیں، لیکن بعض بعض کو قوت دے رہے ہیں کیونکہ اس کے راویوں میں کوئی متہم بالکذب نہیں ہے''

(4) ''علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں:

''ولا بدع فی الاحتجاج بحدیث له طریقتان لو انفرد کل واحد منھما لم یکن حجة''

(تدریب الراوی ص 19)

''ایسی حدیث سے استدلال میں کوئی حرج نہیں، جس کی دو سندیں ہوں اگر چہ ان دونوں میں ہر کوئی قابل احتجاج نہ ہو''

(5)علامہ سبکیؒ زیارت کے متعلق حدیث ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ثم ان الاحادیث التی جمعناها فی الزیارة بضعة عشر حدیثاً مما فیه لفظ الزیادة غیر مایستدل به لها من حدیث آخر وتضافر الاحادیث یزیدها قوة حتی ان الحسن قد یترقی الی درجة الصحیح"

(شفاء السقام ص 10)

''پھر وہ احادیث جن کو ہم نے زیارت کے دلائل میں جمع کیا ہے وہ دس سے زیادہ ہیں جن میں زیارت کا لفظ موجود ہے۔ اور یہ احادیث ان احادیث کے علاوہ ہیں جن میں زیارت کا لفظ تو نہیں لیکن ان سے بھی اس مسئلہ پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ اور احادیث کا زیادہ ہونا اس کی قوت بڑھا دیتا ہے حتیٰ کہ وہ حسن صحیح کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے''۔

مندرجہ بالا تصریحات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اگر کوئی مسئلہ متعدد روایات سے ثابت ہو اور ان روایات میں کچھ کمزور بھی ہوں تو ایک دوسرے کی تائید اس ان کی قوت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور ان سے دلیل پکڑنا درست ہوتا ہے۔ اوجھڑی کی حلت کے مسئلہ میں بھی الحمدللہ مختلف احادیث ذکر کی جا چکی ہیں، ان میں کوئی کمزور بھی ہے تو دوسری ان کی تقویت کے لئے کافی ہیں۔

جواب نمبر 5: ضعیف حدیث بھی رائے اور قیاس سے بہتر ہے: فقہاء احنافؒ کا تو متفقہ اصول یہ ہے کہ ضعیف حدیث بھی رائے اور قیاس سے بہتر ہے، یعنی اگر کسی مسئلہ میں ضعیف حدیث کچھ کہتی ہے اور قیاس کچھ کہتا ہے تو اس صورت میں قیاس کو چھوڑ دیں گے اور ضعیف حدیث پر عمل کریں گے۔

(1) چنانچہ محدثِ جلیل حضرت ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں: **وسموا الحنفية أصحاب الرأى على ظن انهم مايعملون بالحديث بل ولايعلمون الرواية والتحديث لافى القديم ولا فى الحديث، مع ان مذهبهم القوى تقديم الحديث الضعيف على القياس المجرد الذى يتحمل التزييف"**

(مرقاۃ المفاتیح ج 1 ص 41)

"مخالف لوگ احناف کو اصحاب الرائے کہتے ہیں اور ان کا گمان یہ ہے کہ وہ حدیث پر عمل نہیں کرتے بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو حدیث کو روایت اور بیان کرنے کا علم نہیں، نہ پہلے یہ شعور ان کو تھا نہ آج۔ حالانکہ ان کا قوی موقف یہ ہے کہ وہ اس ضعیف حدیث کو بھی محض قیاس پر مقدم رکھتے ہیں جس میں کھوٹے پن کا احتمال ہے"

(2) علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں: **واصحاب ابى حنيفة رحمه الله مجمعون على ان مذهب أبى حنيفة أن ضعيف الحديث عنده اولى من القياس والرأى وعلى ذالك بنى مذهبه"**

(اعلام الموافقین ج 1 ص 77)

"اور اصحاب امام اعظمؒ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں ضعیف حدیث بھی قیاس اور رائے سے افضل ہے اور اسی موقف پر انہوں نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی"

(3) علامہ ابن حزمؒ لکھتے ہیں: **"أن الحنفيين يقولون أن الضعيف الأثر اولى من القياس"**

(اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب ج 1 ص 94)

"احناف یہ بات کہتے ہیں کہ ضعیف اثر اور حدیث کو بھی قیاس پر ترجیح حاصل ہے"۔

مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ ثابت ہوا کہ ضعیف حدیث کو بھی قیاس اور رائے پر ترجیح ہے۔ اوجھڑی کی حلت پر اگر حدیث ضعیف بھی ہے تو دوسرے فریق کے پاس صرف قیاس ہے

اور ضعیف حدیث اور قیاس میں اگر تقابل ہو تو پھر بھی ضعیف حدیث کو قیاس پر ترجیح ہے۔ لہٰذا اوجھڑی کو حلال کہا جائے گا، نہ کہ حرام اور مکروہ۔

پانچویں دلیل: ایک اور قیاس اور اس کا جواب:

بعض حضرات نے اوجھڑی کو مکروہ ثابت کرنے کے لئے اس کو گندگی خور حلال جانور پر قیاس کیا ہے کہ گندگی خور حلال جانور کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اس کو کچھ دن کے لئے باندھ کر رکھا جائے تا کہ گندگی نہ کھا سکے اور جو پہلے گندگی کھائی ہے اس کے اثرات نکل سکیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جب گندگی کھانے کی وجہ سے اس جانور کے گوشت کو کھانے میں کراہت ہے تو جہاں گندگی ہر وقت جمع رہتی ہے یعنی اوجھڑی تو اس کو کھانے میں کراہت کیوں نہ ہو گی؟۔ چنانچہ مفتی اکرم نقشبندی صاحب لکھتے ہیں:

''اوجھڑی خوروں کو عبرت پکڑنی چاہئے کہ جو گائے، بکریاں اور مرغیاں دنیا کی غلاظت کھائیں تو ان کا کھانا منع ہے۔ ان کے لئے حکم ہے کہ پہلے ان کو باندھ کر رکھیں تا آنکہ ان کا جسم گندگی سے پاک ہو جائے تو پھر کھائیں، مگر افسوس کی بات ہے کہ یہ کیسے مسلمان ہیں کہ جس چیز کے اندر سالہا سال گندگی جمع رہے یہ لوگ اس کو نہیں چھوڑتے''

(القول الغالب ص 177)

جواب: اس سلسلے میں پہلی بات تو وہی ہے کہ جو عرض کی جا چکی ہے کہ حدیث کے مقابلے میں قیاس اور رائے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لہٰذا حدیث کے تقاضے کی وجہ سے اوجھڑی حلال ہو گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ مفتی صاحب کا قیاس بھی درست نہیں وہ اس وجہ سے کہ گندگی خور حلال جانور کو جب کچھ دنوں تک باندھ کر رکھا گیا ہے تو اس سے گندگی کے اثرات جاتے رہے، اسی وجہ سے اس کا کھانا بعد میں بلا کراہت درست ہے۔ یہی بات ہم اوجھڑی کے متعلق کہتے ہیں

کہ حلال جانور کو ذبح کرنے کے بعد اوجھڑی کو نکال کر اچھی طرح بیسن اور میٹھا سوڈا وغیرہ لگا کر صاف کرلیا گیا تو اس سے گندگی کے اثرات نکل گئے، لہٰذا یہ پاک ہو گئے اور اس کا کھانا بھی درست ہو گیا۔

فقہاء کی عبارات کے ضمن میں یہ عبارت بھی فقہاء کے حوالے سے لکھی جا چکی ہے کہ مردار جانور کہ جس کے گوشت کو کھانا جائز نہیں اس کی اوجھڑی کو بھی اگر دباغت دی جائے یا اچھے طریقے سے صاف کر لی جائے اور اس کی جھلی اتار لی جائے، تو فقہاءؒ نے لکھا ہے کہ وہ پاک ہوجائے گی، اس میں اگر دودھ رکھ دیا جائے تو وہ بھی فاسد نہ ہوگا۔ جب حرام جانور کی اوجھڑی صاف کرنے سے پاک ہوجاتی ہے تو پھر حلال جانور کی اوجھڑی صاف کرنے سے پاک کیوں نہ ہوگی!؟۔

فرق صرف کھانے کا ہے، حرام جانور کی اوجھڑی صاف کرنے سے پاک تو ہوجائے گی لیکن کھانا درست نہیں کیونکہ اس کا حکم اپنے گوشت والا ہے۔ جبکہ حلال جانور کی اوجھڑی صاف کرنے سے پاک بھی ہوجائے گی اور اس کا کھانا بھی درست ہے۔ الحمدللہ جوابات سے فارغ ہوئے۔

باب سوم

حق کی طرف واپسی

پہلے ہم اس بات کا ذکر کر چکے ہیں کہ سب سے پہلے اوجھڑی کو ''مکروہ تحریمی'' فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب نے کہا۔ ان کے مکروہ تحریمی بتانے کے بعد بریلوی علماء میں یہ سلسلہ چل نکلا اور فاضل بریلوی کے فتویٰ کو بنیاد بنا کر اس کو مکروہ تحریمی کہا جانے لگا۔ لیکن اب وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ بہت سارے بریلوی علماء کو اس بات کا احساس ہوا ہے کہ اس کو نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکروہ تحریمی بتایا اور نہ فقہاء کرامؒ نے اس کو مکروہ تحریمی کہا ہے، اس لئے یہ مؤقف درست نہیں۔ چنانچہ فاضل بریلوی کی تحقیق سے اختلاف کرتے ہوئے بعض علماء نے تو اس کو مکروہ تحریمی کی بجائے مکروہِ تنزیہی کہا یعنی نہ کھانا بہتر ہے، اگر کھالیں تو گناہ نہیں۔ اور بعض علماء نے صراحتاً اوجھڑی کو حلال بتایا ہے دونوں طرح کے فتاویٰ میں سے کچھ کو یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔

فتویٰ نمبر 1

(1) علامہ غلام رسول سعیدی شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی وشارح صحیح بخاری ومسلم کا فتویٰ:

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے اپنی شرح بخاری اور مسلم میں اوجھڑی کے متعلق اپنی تحقیق کو نقل کیا ہے

چنانچہ شرح صحیح بخاری کا حوالہ:

اوجھڑی کھانے کا شرعی حکم

بعض دلائل اوجھڑی کھانے کی تحریم کا تقاضہ کرتے ہیں، کیونکہ اوجھڑی گوبر کا محل ہے تو جس طرح مثانہ پیشاب کا محل ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے، اسی طرح گوبر کا محل ہونے کی وجہ سے اوجھڑی کو مکروہ تحریمی ہونا چاہیے۔ اعلیٰ حضرت امام فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ نے اس دلیل کی وجہ سے اوجھڑی اور آنتوں کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے (فتاویٰ رضویہ ج8 ص326 مکتبہ رضویہ کراچی) اور بعض دلائل اوجھڑی کی حلت کا تقاضا کرتے ہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حلال جانور کی صرف سات چیزوں کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے، باقی چیزیں بلا کراہت حلال ہیں اور چونکہ اوجھڑی ان سات چیزوں میں نہیں ہے اس لئے بلا کراہت حلال ہے۔ سات چیزوں کے مکروہ تحریمی ہونے کے متعلق حدیث یہ ہے

''مجاہدؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بکری کی سات چیزوں کو مکروہ تحریمی قرار دیتے تھے (1) خون (2) فرج (3) خصیتین (4) غدود (5) دبر (6) مثانہ (7) پتہ۔

(مصنف عبدالرزاق ج4 ص535، سنن بیہقی ج10 ص7، مراسیل ابی داؤد ص19، المعجم الاوسط 9476، الجامع الصغیر 716، الکامل لابن عدی ج5 ص16)

اور جب کسی چیز کی حلت و حرمت میں دلائل متعارض ہوں تو وہ مکروہ تنزیہی ہوتی ہے۔

نیز ایک حدیث میں ہے حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بکری کے معدہ کا ایک ٹکڑا کھایا۔ وہ حدیث یہ ہے:

''حضرت نسیکہؓ ام عمرو بن جلاسؓ بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس تھی انہوں نے ایک بکری ذبح کی تھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس چھڑی کو رکھ دیا اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بستر کی طرف گئے اور اس پر لیٹ گئے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا تمہارے

پاس کھانے کی کوئی چیز ہے، ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک پیالہ لائے جس میں جَو کی روٹی تھی اور اس میں بکری کے معدہ کا ٹکڑا تھا اور اس میں بکری کی دستی تھی۔ حضرت نسیکہؓ نے کہا: حضرت عائشہؓ نے معدہ کا ٹکڑا لے کر اس کو دانتوں سے کھانے لگیں۔ اس وقت انہوں نے کہا: ہم نے آج بکری ذبح کی تھی، اس کے سوا ہمارے پاس کچھ نہیں باقی رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں وہ سب باقی ہے جو اس کے سوا ہے''

(المعجم الکبیر ج25 ص44 اس کی سند میں ابراہیم بن اسمٰعیل بن مجمع ضعیف راوی ہیں۔ مجمع الزوائد ج5 ص36)

اسی طرح ایک حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتڑیاں کھائیں:

''امام طحاویؒ نے کہا: ہمیں ابن خزیمہ نے محمد بن المنکدر سے روایت کی ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی زوجہ کے پاس گیا جن کا انہوں نے نام لیا تھا اور میں بھول گیا (وہ ام سلمہؓ تھیں) وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس آئے اور میرے پاس بکری کا پیٹ لٹکا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اس پیٹ سے میرے لئے فلاں فلاں چیز پکا دو۔ وہ کہتی ہیں ہم نے وہ چیزیں آپ کے لئے پکا دیں، آپ نے ان کو کھایا اور وضو نہیں کیا''۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس حدیث میں پیٹ سے مراد انتڑیاں ہیں۔

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الاثار ج1 ص388 قدیمی کتب خانہ)

ان احادیث میں بکری کے معدہ اور انتڑیاں کھانے کا ثبوت ہے اور یہی اوجھڑی کے کھانے کا ثبوت ہے۔

(نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری ج1 ص705،706 طبع فرید بک سٹال لاہور)

شرح صحیح مسلم کا حوالہ:

(2) علامہ غلام رسول سعیدی شیخ الحدیث دارلعلوم نعیمیہ کراچی و شارح صحیح بخاری

وسلم اپنی شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

اوجھڑی کھانے کا حکم

اس حدیث میں چونکہ اوجھڑی کا ذکر آ گیا ہے، اس لئے ہم اوجھڑی کے کھانے کا شرعی حکم بیان کرنا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح شدہ حیوان کے سات اجزاء کا کھانا حرام قرار دیا ہے اور ان کے ماسوا کو حلال قرار دیا ہے اور اوجھڑی چونکہ ان سات اجزاء میں شامل نہیں ہے، اس لئے بظاہر اس کا کھانا حلال ہے۔ اسی طرح فقہاءؒ نے بھی ذبح شدہ جانور کے صرف سات اعضاء کو حرام قرار دیا ہے اور ان میں اوجھڑی شامل نہیں ہے۔ اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اوجھڑی حلال ہے لیکن نظرِ دقیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اوجھڑی مثانہ کی طرح مکروہ تحریمی ہے۔

امام عبدالرزاقؒ روایت کرتے ہیں: **عن مجاهد قال: "كان رسول الله ﷺ يكره من الشاة سبعاً الدم، والحياء، والأنثيين، والغدة، والذكر، والمثانه، والمرارة۔ وكان يستحب من الشاة مقدمها"**

"مجاہد کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکری کی سات چیزوں کو مکروہ تحریمی قرار دیتے تھے (1) خون (2) فرج (3) خصیتین (4) غدود (5) ذکر (6) مثانہ (7) پتہ اور بکری کے اگلے حصے کے گوشت کو پسند فرماتے تھے۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد اور امام بیہقیؒ نے بھی روایت کیا ہے۔

علامہ علاؤالدین حصکفیؒ لکھتے ہیں بکری کی سات چیزوں کو کھانا مکروہ تحریمی ہے: فرج، خصیہ، غدود، مثانہ، پتہ، بہنے والا خون، اور ذکر۔ اس کے بعد ایک منظوم شعر لکھا ہے اس میں ہے: جب تم بکری ذبح کرلو تو اس کی سات چیزوں کے سوا کھالو۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں: مجاہد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

بکری کے سات اجزاء کو مکروہ فرمایا ہے: ذکر، خصیتین، فرج، غدود، پتہ اور خون۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: خون حرام ہے اور باقی چھ چیزیں مکروہ ہیں۔ کیونکہ خون کی حرمت قرآن مجید کی نص سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "**حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ** "الآیۃ۔ اور باقی چھ چیزیں مکروہ ہیں کیونکہ ان کو انسان مکروہ سمجھتا ہے اور قرآن مجید میں ہے "**وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ**" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خبیث چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور یہ چھ چیزیں خبیث ہیں ان سے گھن آتی ہے۔ حضرت مجاہدؒ کی روایت میں جو کراہت کا لفظ ہے، اس سے مراد مکروہ تحریمی ہے کیونکہ ان چیزوں اور خون کو کراہت میں جمع کیا ہے۔

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفیؒ نے بھی ذبح شدہ جانور کے ان سات اجزاء کو مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ اور چونکہ اوجھڑی ان سات چیزوں میں شامل نہیں ہے، اس لئے اس کا کھانا بظاہر مکروہ تحریمی نہیں ہے۔ البتہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ مثانہ میں پیشاب ہوتا ہے اور اس کا کھانا مکروہ تحریمی ہے، اسی طرح اوجھڑی میں گوبر ہوتا ہے اس لئے اس کا کھانا بھی مکروہ تحریمی ہونا چاہیے، نیز ان چھ کی کراہت کی دلیل یہ ہے کہ یہ اشیاء خبیث ہیں، انسان ان سے گھن کرتا ہے اور متنفر ہوتا ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے "**وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ**" نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبیث چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور اوجھڑی سے بھی انسان گھن کرتا ہے اور متنفر ہوتا ہے اس لئے یہ بھی خبیث اور مکروہ تحریمی ہے۔

میں نے مذاہب اربعہ کی کتب میں بالخصوص اوجھڑی کا جزیہ تلاش کیا لیکن مجھ کو یہ جزیہ نہیں مل سکا، اس لئے میں نے یہ بیان کیا ہے کہ بظاہر حدیث اور عبارات فقہاءؒ کا تقاضا یہ ہے کہ یہ بلا کراہت حلال ہے اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ لہٰذا تعارضِ ادلہ کی وجہ سے اوجھڑی کو مکروہ تنزیہی قرار دینا چاہیے"

(شرح مسلم ج5 ص565 تا 567 طبع فرید بک سٹال لاہور)

مفتی صاحب نے اس کو مکروہ تنزیہی لکھا ہے، حالانکہ وہ خود اس بات کو تسلیم کر چکے ہیں کہ حدیث اور عبارات فقہاء کا تقاضا یہ ہے کہ اوجھڑی حلال ہے۔ حدیث کے مقابل اگر قیاس آجائے تو قیاس کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ لہٰذا تعارض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، وگرنہ نعوذ باللہ من ذالک ایک عام آدمی یہ بات سوچے گا کہ یہ مکروہ بھی ہے اور اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھایا بھی ہے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکروہ کام نہیں کر سکتے۔

فتویٰ نمبر 2

علامہ ابولبرکات سید احمد قادری صاحب امیر حزب الاحناف لاہور کا فتویٰ

سوال: حلال جانور میں کون کون سے حصے کھانے حرام ہیں، نیز بکرے کے کپوروں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: نر، مادہ کی شرمگاہ، پتہ، حرام مغز، کپورہ، خون، پھلنا (مثانہ)۔

اور اگر اوجھڑی خوب صاف کر لی جائے کہ اس میں بالکل بو، باس نہ رہے تو بلا کراہت جائز ہے۔ کذا فی البدائع۔

پنجاب میں کپورے کھانے کا بکثرت رواج ہے اور بعض کباب فروش ایک ہی توے میں، گردے، کباب کی ٹکیاں تلتے ہیں اور ساتھ ہی اسی چربی، گھی، تیل میں کپورے بھی بھونتے ہیں اور کپوروں کا عرق ان کبابوں میں بھی شامل ہوتا ہے، وہ کپوروں کی طرح حرام و ممنوع ہو جاتے ہیں۔

(ماہنامہ رضوان لاہور، شمارہ 7 تا 14 مارچ 1954ء)

ماہنامہ نور الحبیب بصیر پور والوں کی طرف سے علامہ غلام رسول سعیدی صاحب اور ابوالبرکات سید احمد قادری صاحب کے فتویٰ کی تائید۔

بریلوی حضرات کے معروف ''ماہنامہ رسالۃ الحبیب'' بصیر پور شریف والوں نے بھی علامہ غلام رسول سعیدی اور رسید ابولبرکات احمد قادری صاحب کے فتوؤں کو اپنے رسالہ میں شائع کیا ہے۔ چنانچہ ان دونوں فتوؤں کے شروع میں لکھا ہے:

''عام طور پر قربانی کے موقع پر اوجھڑی کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں دو فتاویٰ شامل اشاعت کئے جارہے ہیں۔ پہلا فتویٰ امام اہلسنت مفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث والتفسیر شیخ المحدثین، استاذ الاساتذہ حضرت ابوالبرکات سید احمد قادریؒ امیر حزب الاحناف لاہور کا۔ اور دوسرا شارح بخاری ومسلم علامہ غلام رسول سعیدی کا ہے۔ (ادارہ)''

(ماہنامہ نور الحبیب، شمارہ نمبر 9 ج 26 ذی قعدہ 1435ھ ستمبر 2014ء ص 66، 67)

مندرجہ بالا تحریر کے بعد پہلے مفتی ابوالبرکات صاحب کا مذکورہ فتویٰ لکھا ہوا ہے۔ اس کے بعد علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی شرح بخاری سے ان کا فتویٰ نقل کیا گیا ہے، جس کو میں سب سے پہلے نقل کر چکا ہوں۔

یہ بھی یاد رہے کہ یہ کوئی عام رسالہ نہیں بلکہ نور الحبیب کے اس شمارے کے سرورق پر درج ذیل شخصیات کے نام ان کے القاب کے ساتھ لکھے ہوئے ہیں:

زیرِ ظلِّ عاطفت

فقیہ اعظم حضرت مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی بانی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ وماہ نامہ نور الحبیب بصیر پور شریف۔

مدیر اعلیٰ

صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری۔

مجلسِ ادارت

علامہ احمد علی قصوری	ڈاکٹر ضیاء الحبیب صابری

مولانا محمد منشاء تابش قصوری	پروفیسر خلیل احمد نوری
صاجزادہ محمد فیض المصطفی نوری	

منیجر: محمد شریف نوری۔

تزئین: مولانا محمد یوسف نوری۔

تو اس ماہ نامہ کے سرورق پر ان نو علماء کرام کے نام لکھے ہوئے ہیں، گویا ان فتوؤں کو ان حضرات کی تصدیق و تائید بھی حاصل ہے۔

سہ ماہی السدید والوں کی طرف سے علامہ غلام رسول سعیدی صاحب اور ابوالبرکات سید احمد قادری صاحب کے فتویٰ کی تائید۔

بریلوی حضرات کے ایک اور سہ ماہی رسالہ "السدید" (خانقاہ معظمیہ معظم آباد شریف ضلع سرگودھا) والوں نے بھی علامہ غلام رسول سعیدی صاحب اور ابوالبرکات سید احمد قادری صاحب کے فتوؤں کو اپنے رسالہ میں شائع کیا ہے۔ ان فتوؤں کے شروع میں وہی تحریر لکھی ہے جو کہ "ماہ نامہ نورالحبیب" کے حوالے سے میں نقل کی جا چکی ہے۔ اس کے بعد پہلے ابولبرکات صاحب کے مذکورہ فتوے کو نقل کیا ہے۔ پھر غلام رسول سعیدی صاحب کے فتوے کو لکھا ہے۔ ان فتوؤں کے بعد لکھا ہے:

"بشکریہ ماہنامہ نورالحبیب ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ"

اور یہ بھی کوئی عام رسالہ نہیں بلکہ اس کے سرورق پر بھی درج ذیل شخصیات کے نام ان کے القاب کے ساتھ لکھے ہوئے ہیں۔

بفیضانِ نظر:

شمس العارفین قدوۃ السالکین غوثِ زماں اعلیٰ حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ

اعلیٰ حضرت خوجہ معظم الحق والدینؒ معظم شریف۔

(سہ ماہی السدیدج 12 شمارہ 48 جولائی اگست ستمبر 2016ص 91تا93)

فتویٰ نمبر 3

علامہ ابولبرکات سید احمد قادری صاحب امیر حزب الاحناف لاہور کا ایک اور فتویٰ

اوجھڑی کے مسئلہ پر جن بریلوی علماء نے کتابیں لکھی ہیں، ان میں ابوالبرکات صاحب کا ایک اور فتویٰ بھی ماہنامہ رضوان کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے اس میں بھی حلال جانور کی صرف سات اشیاء کو مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ وہ یہ ہے:

''بکرے وغیرہ حیوانات ماکول الحم (جن کا گوشت کھانا حلال ہے) کے (1) کپورے (2) دم مسفوح (خون جاری) (3) نر (4) مادہ کی شرمگاہ (5) غدود (6) مثانہ (پُھکنا) (7) پتہ مکروہ تحریمی یعنی قریب الحرام ہیں اور خون کی حرمت قطعی ہے''۔

بدائع الصنائع میں علامہ ملک العلماء علاؤالدین ابوبکر کاسانی حنفی المتوفی ۵۸۷ھ

فرماتے ہیں:

"الذی یحرم أکله منه سبعة الدم المسفوح والذکر ولأنثیان والقبل والغدہ والمثانه والمرارۃ لقوله عزوجل "وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ" وهذا الأشیاء السبعة مما تستخبثه الطبائع السلیمة فکانت محرمة"

اور حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری وغیرہ میں ان چیزوں سے کراہت کی

"حیث قال کرہ رسول اللہ ﷺ من الشاۃ الذکر والانثیین والقبل والغدہ والمرارۃ والمثانه والدم فالمراد کراهة التحریمی...الخ"

اور پنجاب میں وباء عام پائی جاتی ہے اکثر جگہ کپورے بے تکلف کھاتے ہیں، حالانکہ حرام ہیں اور ستم ظریفی یہ کہ کپورے جس کڑاہی میں تلتے ہیں، اسی میں کباب اور ٹکیہ بھی تلتے ہیں، کپوروں کا عرق جب کباب وغیرہ میں ملا وہ بھی مکروہ وحرام ہوگیا۔ مولیٰ کریم حرام خوری سے بچائے۔

(ماہنامہ رضوان نومبر 1954ء)

یہ فتویٰ درج ذیل بریلوی علماء نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے۔

(1) اوجھڑی اور کپوروں کا شرعی حکم ص 11 از مفتی غلام محمد شرقپوری بندیالوی

(2) اوجھڑی کا مسئلہ آخری صفحہ از اعجاز احمد نوری (3) القول الغالب ص 136 از مفتی محمد اکرم نقشبندی۔

غور فرمائیں! اس فتویٰ میں بھی حلال جانور کی صرف سات چیزوں کو مکروہ لکھا ہے اس میں اوجھڑی شامل نہیں۔

فتویٰ نمبر 4

شیخ الحدیث عبدالغفور الوری صاحب کا فتویٰ

2016ء میں معروف بریلوی عالم ''عبدالغفور الوری'' صاحب کے فتاویٰ کی دوسری جلد چھپی ہے جس کے سرورق پر لکھا ہے'' فتاویٰ استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدالغفور الوری۔ ناشر جامعہ فیاض العلوم رائیونڈ پاکستان۔

اس میں بھی اوجھڑی کو حلال کہا گیا ہے، مکمل سوال وجواب ملاحظہ فرمائیں:

سوال: حضرت قبلہ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد عبدالغفور الوری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضرت! عرض ہے کہ بعض لوگ اوجھڑی کھانے کو حرام کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے ایسے ہی سنا ہے کہ حلال جانور کی اوجھڑی کھانا حرام ہے۔ آپ دلائل کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ اوجھڑی کھانا حلال ہے یا حرام؟ بیّنو اتو جروا۔

السائل ناچیز ریاض الحسن فریدی امام وخطیب شیخم تھہ ضلع قصور

جواب: الجواب وھوالموافق للصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

محبی ومخلصی علامہ ریاض الحسن فریدی صاحب! صورت مسئلہ میں اوجھڑی کھانا قطعاً حرام نہیں بلکہ حلال ہے۔ فقہاءؒ نے جانور کی سات چیزوں کو حرام قرار دیا ہے ان سات چیزوں میں اوجھڑی شامل نہیں ہے اور وہ سات چیزیں یہ ہیں: (1) الدم المسفوح (2) والذکر (3) والانثیان (4) والقبل (5) والغدہ (6) والمثانہ (7) والمرارۃ۔ یعنی (اول) دم مسفوح خون جاری جو تیزی کے ساتھ رگوں سے آئے (دوم) ذکر یعنی نر جانور کا خایہ (سوم) دونوں خصیہ

(چہارم) قبل یعنی مادہ کی پیشاب گاہ (پنجم) غدہ گلٹی، رسولی (ششم) مثانہ (ہفتم) مرارہ یعنی پتا۔

(فتاویٰ عالمگیری ج5 ص290 مطبع دارالمعرفت بیروت لبنان)

اب یہاں کہیں بھی ان میں اوجھڑی کا ذکر نہیں لہٰذا اسے حلال کہا جائے گا۔ جو اسے مکروہ تحریمی یا حرام قرار دیتے ہیں وہ دلیل پیش کریں۔ ملاحظہ ہوں مزید حوالہ جات: (فتاویٰ عالمگیری ج5 ص290 مطبع دارالمعرفت بیروت لبنان۔ ردالمختار ج10 ص478 مطبع دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان۔ فتاویٰ ہندیہ اردو ج8 ص441 مطبع نولکشور لکھنؤ۔ مفتاح الوقائق شرح کنز الدقائق ج2 ص243 مطبع رحمانیہ لاہور۔)

ہٰذا ما عندی واللہ اعلم واحکم بالصواب

محمد عبدالغفور الوری ج2 ص136، 137

غور فرمائیں! مفتی صاحب نے تو ضمناً اوجھڑی کو مکروہ تحریمی کہنے والوں کو چیلنج بھی کر دیا کہ جس کے پاس اوجھڑی کے مکروہ تحریمی یا حرام ہونے پر دلیل ہے تو پیش کرے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مفتی عبدالغفور الوری صاحب اوجھڑی کے مکروہ تحریمی یا حرام ہونے پر جو دلیل پیش کی جاتی ہے اسے دلیل ہی شمار نہیں کرتے اسی وجہ سے ان سے دلیل کا مطالبہ کیا ہے۔

فتویٰ نمبر 5

ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کے منہاج القرآن کے مفتی صاحب کا فتویٰ

ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کے ادارہ منہاج القرآن کے مفتی ''عبدالقیوم ہزاروی'' صاحب کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: کیا حلال جانور کے گردے یا اوجھڑی کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: عزیز القدر محمود احمد صاحب سلام مسنون۔

حلال جانور کی اوجھڑی گردے وغیرہ کھانا جائز ہے۔ صرف سات اجزاء مکروہ تحریمہ یا حرام ہیں

"مایحرم اکله من اجزاء الحیوان سبعة الدم المسفوح والذکر والانثیان والقبل والغدة والمثانه اولمرارة"

"حلال جانور کے سات اجزاء حرام ہیں: (1) بہتا ہوا خون (2) آلہ تناسل (3) خصیے (4) پیشاب گاہ (5) گلٹی (6) مثانہ (7) پتہ"

(فتاوی عالمگیری ص290 ج5 بدائع الصنائع ج5 ص61)

ان سات اجزاء کو کھانا حرام ہے۔ باقی سب حلال ہیں۔

واللہ اعلم ورسولہ

والسلام عبدالقیوم خان

(منہاج الفتاویٰ ج2 ص573 طبع منہاج القرآن پبلیکیشنز اشاعت ششم اگست 2016ء

فتاویٰ کے سرورق پر ان کا تعارف یوں لکھا ہے:

"مفتی محمد عبدالقیوم خان ہزاروی شیخ التفسیر والحدیث دی منہاج القرآن یونیورسٹی لاہور"۔

فتویٰ نمبر 6

ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کے ادارہ منہاج القرآن کے مفتی "عبدالقیوم ہزاروی" صاحب کا ایک اور فتویٰ:

ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی سرپرستی میں چلنے والی "منہاج القرآن ویب سائٹ میں فتاویٰ آن لائن" والے حصے میں مفتی عبدالقیوم ہزاروی صاحب کا ایک اور تازہ فتویٰ موجود ہے، اس کو بھی یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ چنانچہ آن لائن فتاویٰ میں درج ہے:

حلال جانور کے مکروہ اعضاء کون سے ہیں؟ کیا کپورے اور اوجھڑی کھانا جائز ہے؟

موضوع: وہ اشیاء جن کا کھانا مکروہ ہے۔

سوال پوچھنے والے کا نام: محمد نعیم اللہ

مقام: لاہور

سوال نمبر: 2262

السلام علیکم۔ میرا سوال یہ ہے کہ میں نے کہیں پڑھا ہے کہ جانور جب ذبح کرتے ہیں تو اس کی دس چیزیں (کھانے والے حصے) مکروہ ہوتی ہیں جیسے کان، آنکھ وغیرہ آپ ان سارے حصوں کے نام بتادیں؟

جواب: حلال جانور کے حرام اجزاء: جن جانور کا گوشت حلال ہے ان کے سات اجزاء مکروہ ہیں: "(1) دم (بہتا ہوا خون) (2) آلہ تناسل (3) خصیے (4) پیشاب گاہ (5) گلٹی (6) مثانہ (7) پتہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "**وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ**" وہ (رسول) ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرماتے اور اور گندی چیزیں ان پر حرام کرتے ہیں"۔ (الاعراف آیت نمبر 157 پارہ 7)۔

مذکورہ بالا سات چیزیں ایسی ہیں جنہیں صحت مند طبیعتیں خبیث سمجھتی ہیں، لہٰذا حرام ہیں۔

وروی عن مجاھد ؒ انه قال کره رسول اللہ ﷺ من الشاة الذ کر والانثیین والقبل والغدہ والمرارة والمثانه والدم

"مجاہدؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کے یہ اعضاء مکروہ قرار دیئے، آلہ تناسل، خصیے، اگلی پیشاب گاہ، گلٹی، پتہ، مثانہ اور خون"۔

کراہت سے مراد کراہت تحریمہ ہے دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خون کے ساتھ باقی چھ چیزیں بھی جمع فرمائیں اور بہتا ہوا خون تو حرام ہے لہٰذا یہ بھی حرام ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے خون حرام ہے اور میں چھ چیزوں کو مکروہ سمجھتا ہوں۔ "اطلق اسم الحرام علی الدم المسفوح وسمّی ماسواہ مکروھاً" "آپ نے بہتے خون پر حرام کا نام بولا اور باقی چھ کو مکروہ کہا" **لأن الحرام المطلق ماثبت حرمته بدليل مقطوع به وحرمه الدم المسفوح قد ثبت بدليل مقطوع وهوالنص المفسر من كتاب العزيز قال الله تعالیٰ عز شانه: قُلْ لَا أَجِدُ فِيْ مَا أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّماً" الی قوله أَوْ دَماً مَسْفُوْحاً أَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ۔ وانعقاد الاجماع ايضاً على حرمته فاما حرمة ماسواه من الأشياء الستة فما ثبتت بدليل مقطوع بالإجتهاد او بظاهر الكتاب العزيز المحتمل للتاويل اوالحديث لذالك فصل بينهما فى الاسم فسمى ذالك حراما وذا مكروها"**

"اس لئے کہ حرام مطلق وہ ہے جس کی حرمت (حرام ہونا) دلیل قطعی سے ثابت ہو اور بہتے خون کا حرام ہونا تو دلیل قطعی سے ثابت ہے اور وہ کتاب عزیز (قرآن کریم) کی نص مفسر ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **قُلْ لَا أَجِدُ فِيْ مَا أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّماً عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗ إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً أَوْ دَماً مَسْفُوْحاً أَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ۔**

"اے حبیب مکرم! آپ فرمائیں: میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام مگر یہ کہ مردار یا رگوں کا بہتا خون یا خنزیر کا گوشت یہ وہ نجس ہے (الانعام پارہ 6 آیت نمبر 145)

اور اس کی حرمت پر اجماع امت بھی ہے۔ رہا باقی چھ چیزوں کا حرام ہونا تو وہ دلیل قطعی سے ثابت نہیں بلکہ اجتہاد یا قرآن عزیز کی ظاہری نص سے "**وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ**" جس میں تاویل کا احتمال ہے۔ یا مذکورہ بالا حدیث پاک سے۔ اس لئے دونوں میں فرق کیا گیا ہے۔ بہتے خون کو حرام باقی چھ چیزوں کو مکروہ کا نام دیا گیا ہے۔

(الشیخ نظام الدین و جماعۃ من علماء الھند ، الفتاوٰی الھندیہ ج5 ص290 دار الفکر)

(ابن عابدین شامی رد المحتار ج6 ص749 دار الفکر بیروت)

(ابن نجیم ، البحر الرائق ج8 ص553 دار المعرفہ بیروت)

(علاؤ الدین الکاسانی ، بدائع الصنائع 5، 61)

قاعدہ:

"لا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ اذ لابد لھا من دلیل خاص"

''مستحب کے ترک سے کراہت ثابت نہیں ہوتی اس کے لئے دلیل خاص ضروری ہے''

(ابن عابدین شامی ، رد المختار ج1 ص124)

(ابن نجیم ، البحر الرائق ج2 ص176)

خلاصہ مبحث:

حرمت کے ثبوت کے لئے نص قطعی یا علت شرعی مطلوب ہے۔ بہتے خون (دم مسفوح) کی حرمت کے لئے تو قرآن کی نص قطعی موجود ہے۔ مگر باقی چھ چیزوں کی حرمت شرعی کو کوئی دلیل قطعی نہیں نہ کوئی علتِ مشترکہ ہے۔ لہٰذا خون کے سوا باقی چیزوں کو مکروہِ طبعی کہا جائے گا کہ طبیعت سلیمہ ان کو پسند نہیں کرتی ، جس کی وجہ واضح ہے کہ عموماً ان کو اچھی طرح صاف نہیں کہا جا سکتا۔

بعض اعضاء سے بدبو آتی ہے جیسے اوجھڑی وغیرہ اور اگر محنت کر کے گرم پانی میں ڈال کر گندا کور (Cover) اتار کر چھری وغیرہ سے رگڑ کر اس کور کو تمام آلائشوں سے پاک صاف کرلیا جائے ، نمک اور بیسن لگا کر کچھ وقت پانی نچڑنے دیا جائے ، میٹھا سوڈا بھی استعمال کیا جائے۔ پھر پکایا جائے اور چھوڑا ہوا پانی بہا دیا جائے ڈھکن اتار کر بھاپ اتار لی جائے ، دوبارہ صاف پانی سے تمام گوشت دھولیا جائے۔

جو لوگ اتنی محنت نہیں کرتے اور عام سبزی وغیرہ کی طرح واجبی سا دھو کر اوجھڑی پکا لیتے

ہیں، نہ صفائی، نہ Smell ختم ہوئی، نہ آلائشوں کا ازالہ ہوا اسے کونسی نفاست پسند طبیعت پسند کرے گی؟ یہ طبعاً مکروہ ہی ہوگی، دم مسفوح کے علاوہ باقی چھ چیزوں کی کراہت بھی طبعی ہے۔ جو اچھی طرح صاف کرنے سے زائل ہوسکتی ہے۔لیکن دمِ مسفوح کی کراہت قطعی ہے۔لہٰذا یہ حرام اور باقی اشیاء کی کراہت طبعی ہے،جس کا ازالہ اچھی طرح صفائی سے ہوسکتا ہے۔ان چھ چیزوں کا کھانا خون کی طرح حرام قطعی وشرعی ہرگز نہیں۔

ہمارا پہلا نظریہ جو منہاج الفتاویٰ جلد دوم صفحہ 573 پر مجملاً لکھا گیا تھا اور سات اعضاء کو بغیر وضاحت کے ذکر کیا گیا تھا، اس سے ابہام پیدا ہوا اور کئی حضرات نے استفسار کیا۔ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ دلیل سے میری غلطی پر مجھے متوجہ کیا جائے اور میں اسے برا مانوں، ایسا میری طبیعت میں نہیں اگر کسی کو میری کسی مبہم بات سے ذہنی پریشانی ہوئی ہو تو میں خدا و خلق دونوں سے معافی کا خواستگار ہوں

واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

(html./Www The fatwa.com/ ueduquestion2262)

فتویٰ نمبر 7

دار العلوم نعمیہ لاہور کے مفتی صاحبان کا فتویٰ

مفتی اکرم نقشبندی شجاع آبادی صاحب نے دار العلوم نعمیہ لاہور کے مفتی صاحبان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

نوٹ: 29-01-2014 تاریخ میں مفتی حافظ محمد ذیشان (دار العلوم نعیمیہ لاہور) کا اوجھڑی کے حلال ہونے پر فتویٰ جاری کیا ہوا ملا

(القول الغالب ص 34)

اس کے علاوہ مفتی محمد اکرم نقشبندی صاحب نے مفتی محمد علیم سیالوی صاحب جامعہ نعیمیہ

لاہور کا بھی ایک تفصیلی فتویٰ نقل کیا ہے کہ جس میں اوجھڑی کو حلال لکھا ہے، اس کو بھی یہاں درج کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ چنانچہ لکھا ہے:

حلال جانوروں کی اوجھڑی کا حکم

الجواب ھوالموافق للصواب

حلال جانور میں جن اشیاء کے کھانے کو ناجائز قرار دیا ہے ان کی تعداد سات گنوائی

"فالذی یحرم اکله من سبعة (1)الدم المسفوح (2) الذکر (3) والأنثیین) (4) والقبل (5) والغدہ (6) والمثانه (7) والمرارۃ لقوله عزشانه"وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتُ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ" و هٰذہ الأشیاء السبعة مما تستخبثه الطبائع السلیمة فکانت الحرمة روی عن مجاھد رحمه الله کرہ رسول الله ﷺ من الشاۃ الذکر والأنثیین والقبل والغدہ والمرارۃ والمثانه والدم والمراد منه کراھة التحریمی بدلیل انه جمع بین الأشیاء الستة وبین الدم فی الکراھة والدم المسفوح محرم والمروی عن ابی حنیفة رحمه الله انه قال: الدم حرام وأکرہ الستة۔

ترجمہ: حلال جانور میں جن اشیاء کا کھانا حرام ہے وہ سات ہیں (1) دم مسفوح (بہتا خون) (2) نر کی شرمگاہ (3) مادہ کی شرمگاہ (4) کپورے (5) غدود (6) مثانہ (7) پتہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لئے طیبات کو حلال اور خبیث اشیاء کو حرام فرماتے ہیں۔ اوران اشیاء کو طباع سلیمہ خبیث سمجھتے ہیں اس لئے ان کا کھانا جائز نہیں ہے۔ نیز حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکروہ جانا بکری اور بکرے کی دونوں شرمگاہوں کو، کپورے، غدود اور پتہ کو ساتھ جمع فرمایا۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ سے مروی ہے کہ آپ (ابوحنیفہؒ) نے فرمایا: بہتا ہوا خون حرام ہے

اور باقی چھ اشیاء کو میں مکروہ جانتا ہوں۔

(2) فتاویٰ عالمگیری میں بھی اشیاء سبع کو شمار کیا گیا ہے ان کا استعمال ناجائز ہے۔

(3) بدائع الصنائع کی عبارات سے ان چھ اشیاء کی کراہت کی دو وجہیں بیان ہوئی:

ایک تو طباع سلیمہ کا ان سے اجتناب، دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چھ اشیاء کو دم مسفوح کے ساتھ ملا کر حکم بیان کرنا۔

کوئی بھی شئی مقیس علیہ تب ہی بنے گی جبکہ علتِ حرمت شرعی ہو، نیز اصل اور فرع میں وہ علت مشترکہ ہو۔

(4) امام اہلسنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلویؒ نے فتاویٰ رضویہ میں لکھا ہے کہ اشیاء سبع پر علامہ شمس الدین محمد قہتانی شارح نقایہ اور علامہ سید احمد مصری محشی درمختار نے دو چیزوں کا اضافہ فرمایا ہے: نخاع الصلب (حرام مغز) دوسرا گردن کے دو پٹھے۔ اسی طرح تجنیس کے حوالہ سے دم قلب شاۃ کو شامل کیا۔

(فتاویٰ رضویہ ج8 مطبوعہ امجدیہ کراچی)

حلیہ کے حوالے سے لکھا ہے:

"فی الحلیۃ دم القلب الشاۃ نجس والیہ مال صاحب الھدایۃ فی التجنیس وفی خزانۃ الفتاویٰ دم القلب نجس ودم الکبد والطحال لا"۔

ترجمہ: "ذبح کے بعد بکری کے دل میں جو خون رہ جاتا ہے وہ بھی حرام ہے، صاحب ھدایہ نے تجنیس میں یہی لکھا ہے۔ فتاویٰ خزانہ میں ہے کہ دم قلب پلید ہے مگر دم کبد اور دم طحال کے حوالہ سے پہلے حرام اشیاء میں حرام قرار دیا تھا جسے فتاویٰ خزانہ نے رد کر کے عدم پلید کا قول کیا"۔

اسی طرح رحمانیہ کے حوالے سے لکھا دم قلب کو پلید اور دم کبد اور دم طحال کو خارج کر دیا۔

(6) درمختار نے مرارہ کو مثل بول قرار دیتے ہوئے لکھا ہے: ''**مرارۃ کل حیوان کبولہ**'' ترجمہ: ہر جانور کے پتہ کا وہی حکم ہے جو اس کے بول کا حکم ہے۔ اسی طرح وہ خون جو نطفہ سے رحم میں بنتا ہے جس کو علقہ کہتے ہیں۔

فرج وذکر اور کرش (اوجھڑی) اور امعاء مثانہ سے اگر خباثت سے زائد نہیں تو کسی طرح کم بھی نہیں، فرج وذکر اگر گذرگاہ بول ومنی ہے تو دبر گزرگاہ سرگین (گوبر) ہے۔ مثانہ اگر معدن بول ہے تو کرش وامعاء (اوجھڑی اور آنتیں) سرگین کا مخزن۔ ان میں سات اشیاء حدیث شریف والی کچھ علماء فقہاء نے نشاندہی کی اور دس کے قریب ان میں اضافہ کیا اور چار کا شمار اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ مگر ان میں علت کو شریح اور قاضی باقلانیؒ نے علت لغوی قرار دی۔

اصول: اصل سے فرع کی طرف کسی بھی حکم کو متعدی کرنے کے لئے اصول یہ ہے:

"وان یتعدی الحکم الشرعی الثابت بالنص بعینہ الی انواع ھو نظیرہ وھو النص فیہ وھذا الشرط وان کان واحدا تسمیۃ لکنہ یتضمن شروطا اربعۃ احدھا کون الحکم شرعیا لا لغویا والثانی تعدیۃ بعینہ بلا تغییر والثالث کون فرع نظیر الاصل لا أدون منہ الرابع عدم وجود النص فی الفرع۔

ترجمہ: ''قیاس من جملہ شرائط میں سے ایک یہ ہے: فرع جو اصل کی نظیر ہے اس لئے کہ وہ حکم بعینہ متعدی ہو رہا ہو جو نص کے ساتھ اصل کے لئے ثابت ہے، اگرچہ بظاہر یہ ایک شرط ہے مگر ضمناً اپنے اندر چار شرائط لیے ہوئے ہے (1) حکم شرعی ہونا چاہئے نہ لغوی۔ (2) اصل والا حکم فرع کی طرف بعینہ متعدی ہو رہا ہو بغیر تغیر وتبدل کے۔ (3) فرع اصل کی نظیر ہو اس سے کم نہ ہو۔ (4) فرع میں کوئی حکم منصوص نہ ہو۔

مذکورہ اشیاء ستہ کی وجہ کراہت دو اشیاء صاحب بدائع نے ذکر کی، سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ان اشیاء کو دم مسفوح کے ساتھ حکم میں جمع کرنا یا پھر طباع سلیمہ کا ان کے استعمال کو مستنکر

جاننا۔

اصول: یہ ہے کہ حکم شرعی علت کی وجہ سے لگتا ہے نہ کہ حکمت کی وجہ سے۔

الاصل انه یفرق بین علة الحکم وحکمته فان علته موجبة وحکمته غیر موجبة کما ان السفر علة للقصر وحکمته المشقة

(القواعد الفقھیہ 21 قاعدہ 35)

ترجمہ: ''حکم شرعی علت کی وجہ سے لگتا ہے نہ کہ حکمت کی وجہ سے جیسے قصر، سفر کی وجہ (علت) سے ہے نہ کہ حکمت (مشقت) کی وجہ سے''۔

اگر جمع کرنا وجہ کراہت ہے تو باقی اشیاء کا حکم غیر معلوم ٹھہرا اور اگر علت کراہتِ طباع سلیمہ ہو تو یہ امر اضافی ہے۔ عین ممکن ہے ایک شئ کو ایک شخص اچھا نہ جان رہا ہو مگر دوسرا اسے کسی وجہ سے اچھا قرار دے۔ ایک علت مستنبطہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے قول سے مل رہی ہے۔ وہ یہ ہے ان اشیاء کا محل ومقر نجاست ہونا۔ اگر اسے علت مانا جائے تو گردے کو خارج اور حلال قرار دینا کیوں کر صحیح ہوگا؟! گردہ نہ صرف دمِ مسفوح کی گذرگاہ ہے بلکہ بول کو تقطیر کر کے مثانہ میں پہنچانے والا گردہ ہی ہے۔ اور دمِ مسفوح کو تمام بدن میں جاری رکھنے والا ہے اور ابھی آپ امام اہلسنت کے ارشاد میں اوپر دیکھ آئے کہ بکری کے دل سے نکلنے والا خون حرام ہے اور یہ کہا جائے گا کہ دل کو چیرنے کے بعد دمِ منجمد کو نکال پھینکا اور دل نے اثر نہ لیا تو اوجھڑی کو ناجائز ومکروہ تحریمی کی وجہ جاتی رہی ہے جو اس میں سے اُسے نکال پھینکنے اور صاف کر لینے پر طباع مستنکر (ناپسند) نہیں جانتیں۔

وفی المحیط لا بأس بأکل شعیر یوجد فی بعر الإبل والشاۃ فیغسل ویؤکل

(البحر الرائق ج 8 ص 183)

ترجمہ: ''بکری اور اونٹنی کی مینگنی سے نکلنے والے جَو کو دھو کر کھا سکتے ہو''۔

علت یہ بیان ہوئی کی نجاست کا اس میں تداخل نہیں جو نجاست شعیر کو لگتی ہے وہ دھونے

سے زائل ہوگئی اوجھڑی کو دھو لینے اور سرگین کے اثرات سے صاف کر لینے کے بعد استعمال کیوں نہیں؟

اگر چہ میرا ہمیشہ طریقہ یہی رہا ہے کہ بزرگوں سے منقول مسلک کو ہی راجح سمجھتا ہوں مگر یہ ایسے امور ہیں جنہیں رد نہیں کیا جا سکتا، اگر چہ مزاج سلیمہ ہی کو منصف بنانا ہے تو جائز کردہ نظر آتا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم نعیمیہ لاہور ج2 ص127 طبع نعیمیہ بک سٹال بحوالہ قول الغالب ص36 تا39)

فتویٰ نمبر 8

دارالافتاء جامعہ نعیمیہ لاہور کے مفتی محمد مدنی صاحب کا اوجھڑی کے حلال ہونے پر فتویٰ

جامعہ نعیمیہ کے دارالافتاء کے مفتی محمد مدنی صاحب کا فتویٰ بھی اوجھڑی کے کے حلال ہونے پر موصول ہوا ہے۔ اس میں لکھا ہے:

دارالافتاء جامعہ نعیمیہ علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور پاکستان۔

کمپیوٹر نمبر 14,180/17 تاریخ 17-10-12

darulifta jamia naeemia@gmail.com

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حلال جانور کی اوجھڑی حلال ہے یا حرام ہے؟ اس حوالہ سے شرعی راہنمائی فرمائیں۔

سائل: مجاہد انور، مقبول روڈ اچھرہ لاہور۔ 03008811525۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب

حلال جانور کی اوجھڑی اچھی طرح صاف کر لی جائے تو بلا کراہت اس کا کھانا جائز ہے اور

اوجھڑی کی حرمت پر قرآن وسنت میں واضح کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کی حلت پر حدیث مبارکہ شاہد ہے۔اس حدیث کوامام طبرانی علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے

وعن نسيكة أم عمرو بن جلاّس قالت: انی عند عائشة ؓ وقد ذبحت شاة لها، فدخل رسول الله ﷺ وفی يده عُصيّة فالقاها ثم هویٰ الی المسجد فصلی فيه ركعتين ثم هویٰ إلی فراشه فانطبح عليه، ثم قال: هل من غذاء؟ فأتيناه بصحفة فيها خبز شعير، وفيها كسرة وقطعة من الكرش، وإنها لتنهشها اذا قالت: ذبحنا شاة اليوم فما أمسكنا غير هذا قالت: يقول رسول الله ﷺ لا بل كلها أمسكت إلا هذا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ج25 ص44۔)

حضرت نسیکہؓ ام عمرو بن جلاس فرماتی ہیں: میں حضرت عائشہؓ کے پاس تھی اور آپ ﷺ کے لئے بکری ذبح کی گئی، رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے اور آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک میں ایک چھوٹا عصا تھا۔آپ ﷺ نے اسے ڈال دیا اور مسجد کی طرف متوجہ ہوئے اوراس میں دورکعت نماز پڑھی پھرآپ ﷺ اپنے بستر پر لیٹ گئے۔پھرآپ ﷺ نے پوچھا: کیا دوپہر کے کھانے میں سے کچھ ہے؟ ہم آپ ﷺ کے پاس ایک پیالہ لائے اس میں جَو کی روٹی تھی اوراس میں گوشت سمیت ہڈی اوراوجھڑی کاایک ٹکڑا تھا۔اورایک بکری کی دستی تھی۔حضرت عائشہؓ اوجھڑی کاٹکڑا لے کراس کودانتوں سے کھانے لگیں۔حضرت نسیکہؓ کہتی ہیں اس وقت انہوں نےفرمایا: ہم نے آج بکری ذبح کی تھی ہمارے پاس اس کےسوا کچھ اورنہیں بچا۔حضرت نسیکہؓ کہتی ہیں کہ آپ ﷺ نےفرمایا: نہیں! بلکہ وہ سب کچھ باقی ہے جواس کےعلاوہ ہے۔

مذکورہ حدیث میں واضح ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اوجھڑی کےٹکڑے کوحضور ﷺ

کے سامنے نوچا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے منع نہیں کیا۔ پس حضرت عائشہؓ کا عمل اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا منع نہ کرنا اوجھڑی کے حلال ہونے کی واضح دلیل ہے۔

کتبہ: ابوالانوار (مفتی) محمد مدنی غفرلہ

۲۱ محرم الحرام ۱۴۳۹ھ بمطابق 22 اکتوبر 2017ء

فتویٰ نمبر 9

جناب عابد عمران انجم مدنی صاحب کی تحقیق

جناب عابد عمران انجم مدنی صاحب کا ایک رسالہ قربانی کے مسائل پر خوبصورت کتاب ''مسائل قربانی'' کے نام پر شائع ہوا ہے۔ اس کی تصحیح کے متعلق لکھا ہے: ''تصحیح علامہ شمس الدین چشتی''

اس رسالہ میں حلال جانور کے مکروہ اعضاء کے متعلق لکھا ہے:

''ذبح شدہ جانوروں میں سے چھ چیزوں کا کھانا مکروہ تحریمی ہے (1) ذکر (مذکر جانور کا آلہ تناسل (2) خصیے (کپورے) (3) فرج (مؤنث جانور کی جائے مخصوصہ) (4) غدود (5) مثانہ (6) پتہ

(مسائل قربانی ص 33 طبع اکبر بک سیلرز لاہور)

غور فرمائیں! ان مکروہ اعضاء میں اوجھڑی کو ذکر نہیں کیا گیا۔ اگر مصنف کے ہاں یہ بھی مکروہ ہوتی تو اس کو مکروہ اشیاء میں ضرور ذکر کرتے۔

فتویٰ نمبر 10

معروف بریلوی عالم مفتی محمد اکمل مدنی صاحب کی تحقیق

کراچی کے معروف بریلوی عالم جن کے تعارف میں کتاب کے سرورق پر لکھا ہے:

''پیرطریقت حضرت علامہ مفتی محمد اکمل مدنی''

انہوں نے بھی قربانی کے فضائل و مسائل پر ایک کتاب ''عید قربان'' کے نام سے لکھی ہے۔اس میں اوجھڑی کے متعلق لکھتے ہیں:

نوٹ: چونکہ فی زمانہ اوجھڑی کا کھایا جانا بکثرت وقوع پذیر ہے،لہٰذا راقم کی ذاتی رائے کے مطابق عموم بلویٰ کے باعث، اس میں زیادہ سے زیادہ کراہت تنزیہیہ کا حکم ہونا چاہیے۔یعنی اس سے اجتناب بہتر، کھانا شریعت کو ناپسند لیکن کھانے والا گنہگار نہ ہوگا''۔

(عید قربان ص 55 طبع مکتبۃ الفرقان،لاکھانی ٹیرس سولجر بازار نمبر 1 کراچی)

مفتی صاحب کے ہاں زیادہ سے زیادہ اوجھڑی کو مکروہ تنزیہی کہا جائے گا یعنی اس کا کھانا زیادہ سے زیادہ بہتر نہ ہوگا وگرنہ جائز ہے۔عموم بلویٰ کو چھوڑ کر اس کا کھانا حدیث سے ثابت ہو چکا تو مکروہ تنزیہی بھی نہ ہوگا۔

فتویٰ نمبر 11

مفتی اقتدار احمد نعیمی صاحب کی تحقیق

مفتی اقتدار احمد نعیمی صاحب اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہاں مجدد ملتؒ نے آنتوں اور اوجھڑی کو مثانہ پر قیاس فرمایا ہے۔مگر علت توافق نہیں، تفاوت و تفارق ہے کہ مثانہ کی علت معدن بول ہونا ہے اور آنتوں کی علت مخزن ہونا بتایا گیا ہے۔معدن و مخزن میں کثرت تفریق ہے، معدن، وطن اور مولد ہوتا ہے لیکن مخزن صرف ظرف اور مظروف ہوتا ہے۔اس لئے یہ قیاس مع الفارق ہوا۔لیکن چونکہ یہاں کراہت کی ایک دوسری علت بھی ہے جو مثانہ کی علت سے متمد ہے، اس لئے یہ قیاس مع الفارق بھی جائز مانا جاسکتا ہے۔ وہ علتِ ثانیہ ان کی خباثتِ نفیسہ کی وجہ سے کراہت طبعیہ ہے۔ چنانچہ یہیں پر اماا عظم ابوحنیفہؒ کا

قول نقل فرمایا گیا ہے کہ حاشیہ طحاوی میں ہے ''**قال ابو حنیفة الدم حرام بالنص والستة تکرهها لأنها تستخبثه الأنفس وتکرهها الطباع**'' ترجمہ: امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فرمایا: خون تو نص قطعی یعنی آیت مبارکہ کی عبارۃ النص سے حرام ہوا۔ اور حدیث مبارکہ کی فرمودہ باقی چھ چیزیں اس لئے مکروہ فرمائی گئیں کہ انسانی طبیعت ان کو خبیث یعنی گھنونی اور ناپسندو کراہت کرتی ہے۔

یہ دوسری علت مشترک ہے مثانہ اور اوجھڑی آنتوں وغیرہ میں۔ ثابت ہوا کہ بعض قیاس مع الفارق، جائز و درست ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کا استنباط درست نہ ہوتا۔ اوجھڑی و آنتوں کا کھانا مکروہ نہ ہوتا اس قیاس مع الفارق کا اثر یہ پڑا کہ علماء، صوفیا، مشائخ، اہل تقویٰ و متقد اہل وظائف بزرگوں کے لئے یہ ممنوع ونقصان دہ، لیکن عوام میں سے کوئی اچھی طرح پاکیزہ کر کے پکائے تو گناہ نہ پڑے گا۔ کیونکہ اوجھڑی گندگی کا معدن نہیں صرف برتن وظرف ومخزن ہے اور آنتیں تو مخزن بھی نہیں صرف گذرگاہ ہیں اور نفاست کے خلاف گھنونی''

(نقش نعل پاک پر اسماء مبارکہ لکھنا ص 46)

حاصل یہ ہوا کہ فاضل بریلوی صاحب کا قیاس درست نہیں تو اوجھڑی کو مکروہ تحریمی نہیں کہا جا سکتا اس لئے اس کا حکم یہ ہے کہ علما و مشائخ کے لئے تو ممنوع ہے لیکن عوام صاف کر کے کھا سکتے ہیں۔

لیکن مسئلہ تو یہ ہے شریعت تو سب کے لئے ایک ہے، علماء ہوں یا عوام جب عوام کے لئے جائز ہے تو علماء کے لئے کیوں نہیں؟

فتویٰ نمبر 12

سید احمد علی شاہ صاحب کا فتویٰ

کراچی کے بریلوی عالم سید احمد علی شاہ صاحب کا فتویٰ جس میں اوجھڑی کو حرام کہنے والوں کو بد مذہب تک کہا گیا ہے ملاحظہ فرمائیں چنانچہ لکھا ہے:

''بعض اہل ہوئی بد مذہب اوجھڑی کھانے کو حرام اور ناجائز کہتے ہیں، حالانکہ کھانا جائز ہے اور حضرت عمرؓ کی سنت ہے جیسا کہ امام رازیؒ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں'':

دلیل: روی ان عمر رضی الله عنه كان فی عمر ﷺ كان فی أيام خلافته دخل السوق فاشتری كرشاً وحمله بنفسه فراه علی ﷺ من بعيد فتنكّب علی عن الطريق فاستقبله عمر وقال له لم تنكّبت عن الطريق؟ فقال علی ﷺ حتیٰ لاتستحيی، فقال: و كيف أستحی من حمل ما هو غذائی

(تفسیر کبیر ج32 ص143 دار الفکر)

مروی ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے خلافت کے ایام میں بازار میں داخل ہوئے اور اوجھڑی خریدی اور اس کو خود اُٹھایا۔ حضرت علیؓ نے حضرت عمر کو دور سے دیکھا تو راستے سے ہٹ گئے (گویا آپ کو نہیں دیکھا) تو حضرت عمر ان کے سامنے آئے اور پوچھا کہ آپ راستے سے ایک طرف کیوں ہٹ گئے؟ حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا کہ میں اسلئے راستے سے ہٹ گیا کہ آپ کو شرم نہ آئے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ میں اس کو اٹھانے میں کیسے شرما سکتا ہوں جو میری غذا ہے۔

معجم کبیر میں ہے:

حدثنا محمد بن عبدالله الحضرمی ثنا عبدالله بن الحكم بن أبی زياد القطوانی ثنا عبيدالله بن موسیٰ عن ابراهيم بن اسمعيل عن حبيبة بنت سمعان عن نسيكة أم عمرو بن جلاّس قالت: انی لعند عائشة ﷺ وقد ذبحت شاة لها، فدخل رسول الله ﷺ فی يده عُصيّة فلقاها ثم هوىٰ الی المسجد فصلی فيه ركعتين ثم هوىٰ إلی فراشه فانطبح عليه، ثم قال:

هل من غذاء؟ فأتيناه بصحفة فيها خبز شعير، وفيها كسرة وقطعة من الكرش، وفيها الذراع ۔ قالت: فأخذت قطعة من الكرش وإنها لتنهشها اذا قالت: ذبحنا شاة اليوم فما أمسكنا غير هذا قالت: يقول رسول اللهﷺ لابل كلها أمسكت إلا هذا ۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ج25 ص44 رقم الحدیث 83)

ترجمہ: حضرت نسیکہ ام عمرو بن جلاس ؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں: میں حضرت عائشہ ؓ کی خدمت میں حاضر تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک بکری ذبح کی گئی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں ایک چھوٹا عصا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے رکھدیا پھر مسجد میں اتر گئے اور اس میں دو رکعت ادا فرمائی پھر آپ اپنے بستر پر لیٹ گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا دوپہر کے کھانے میں سے کچھ ہے؟ پس ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک پیالہ لے کر آئے اس میں جو کی روٹی تھی اور اس میں گوشت سمیت ہڈی، اوجھڑی کا ایک ٹکڑا تھا۔ حضرت عائشہ ؓ نے اوجھڑی میں سے ایک ٹکڑلیا آپ اسے اپنے دانتوں سے نوچتی تھیں۔ نسیکہ نے کہا کہ جب حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آج ہم نے ایک بکری ذبح کی تھی اور پھر ہم نے اس کے علاوہ کچھ بچا کر نہیں رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ نہیں بلکہ تم نے اس کے سوا سب کچھ بچالیا۔ اس حدیث کو مجمع الزوائد میں امام نورالدین ہیثمیؒ نے بھی باب ماجاء فی اللحم میں روایت کیا ہے۔

حضرت امام ابوجعفر طحاویؒ ابن خزیمہؒ سے روایت فرماتے ہیں:

حدثنا ابن خزيمة قال ثنا حجاج قال ثنا عمارة بن زاذان عن محمد بن المنكدر قال دخلت على فلانة بعض ازواج النبيﷺ قد سماها ونسيت قالت دخل على رسول اللهﷺ وعندي بطن معلق فقال لو طبخت لنا من

هذا البطن كذا كذا قالت فصنعناه فأكل ولم يتوضأ

یعنی ''حضرت محمد بن المنکدر رسے مروی ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواج مطہرات میں سے کسی کی بارگاہ میں حاضر ہوا، آپ نے ان کا نام ذکر کیا تھا لیکن میں بھول گیا، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس میرے پاس تشریف لائے میرے پاس بکری کا لٹکا ہوا پیٹ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اس پیٹ میں سے یہ اور یہ پکا دیں آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے ایسا ہی کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کھایا اور پھر وضو نہیں کیا۔

حدثنا ابن مرزوق وربيع الجيزي وصالح بن عبد الرحمن قالوا ثنا القعنبي قال حدثنا فائد مولى عبيد الله بن علي عن عبيد الله عن جده قال طبخت لرسول الله بطن شاة فأكل منها ثم صلى العشاء ولم يتوضأ

(شرح معانی الآثار ج 1 ص 53)

''حضرت عبید اللہ اپنے دادا (ابو رافع القطبی مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بکری کا بطن پکایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے تناول فرمایا پھر عشاء کی نماز ادا فرمائی اور وضوء نہیں کیا۔ **تفكر ولا تكن من الممترين**

(تسکین السالکین بتبرکات الصالحین ص 29 تا 32)

اوجھڑی کو حلال کہنے والے کچھ مزید حضرات کا تذکرہ

فتوی نمبر 13

سید زاہد حسین گیلے وال والے تذکرہ کرتے ہوئے'' مفتی اکرم نقشبندی'' صاحب نے لکھا ہے:

''ایک دینی پروگرام میں اس بندہ ناچیز کو شرکت کا موقع ملا جس میں خصوصی خطاب سید زاہد حسین

گیلانی (گیلیے وال والے) کا تھا جب سید صاحب کا بیان ختم ہونے لگا تو کسی نے پرچی لکھ کر بھیجی کہ اوجھڑی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ تو پیر صاحب نے جواب دیا کہ صرف ایک ہی امام اعلیٰ حضرت اس کو مکروہ تحریمی کہتے ہیں‘‘

سوال: جام فوجی خادم حسین نے پوچھا کہ ہم سیدھے سادھے لوگ ہیں ہمیں معلوم نہیں کہ مکروہ تحریمی کیا ہوتا ہے اس کی وضاحت فرمائیں۔

جواب: شاہ صاحب نے جواب دیا کہ مکروہ تحریمی کا مطلب حرام۔اس کے بعد شاہ صاحب کہنے لگے کہ یہ مسئلہ زیادہ تر دعوتِ اسلامی بیان کرتی ہے اور اعلیٰ حضرت کا حوالہ دیتی ہے ،جبکہ اور بھی تو امام ہیں جو اوجھڑی کو حلال و جائز قرار دیتے ہیں امام زرقانیؒ اس کو حلال قرار دیتے ہیں۔ میں نے اپنے مرشد کے ساتھ اوجھڑی کھائی ہے اور میرے مرشد فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت بہت زیادہ شدت پسند تھے‘‘

(القول الغالب ص9،10)

فتویٰ نمبر 14

بریلوی عالم قاری شبیر صاحب

مفتی محمد اکرم نقشبندی صاحب نے سید زاہد حسین گیلانی صاحب کے پیر بھائی قاری شبیر احمد صاحب کے متعلق لکھا ہے:

’’شاہ صاحب اس کا کوئی جواب نہ دے سکے اور جوش میں کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ میرے مرشد کھاتے تھے، ہم کھاتے ہیں۔اور قاری شبیر صاحب جو شاہ صاحب کے پیر بھائی تھے، اس نے امام اہل السنت والجماعت اعلی حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی کے خلاف نعرہ بازی لگائی اور لوگوں کو ورغلایا اور امام اہل سنت و جماعت کے خلاف کر دیا‘‘

(القول الغالب ص10)

فتویٰ نمبر 15

مولوی عبدالحمید چشتی صاحب

مفتی محمد اکرم نقشبندی صاحب بریلوی عالم ''عبدالحمید چشتی'' صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

''ماہ ربیع الاول شریف میں اسی بگڑیں شہر میں مولوی عبدالحمید چشتی کا خطاب تھا، جنہوں نے اوجھڑی کو حلال قرار دیا اور دلیل اس پر یہ بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوجھڑی کھائی ہے''

(القول الغالب ص10)

فتویٰ نمبر 16، 17

مولوی کوثر عباس صاحب اور مولوی قاری یسین صاحب کا فتویٰ

مفتی محمد اکرم نقشبندی صاحب نہایت غصے میں بریلوی عالم مولوی کوثر عباس صاحب اور مولوی قاری یسین صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''مولوی کوثر عباس جو درمیانی چال چلتا ہے، اگر کوئی خون پر اوجھڑی کی شرعی حیثیت پوچھے تو کہتا ہے'' کہ مکروہ تحریمی ہے اور اگر کوئی اسے منبر رسول پر پوچھے تو کبھی مکروہ تنزیہی اور کبھی صراحتاً حلال قرار دیتا ہے۔ اکثر اپنی ذاتی رائے بیان کرتا ہے، اور بے شمار اکابرین علماء اہل سنت و جماعت کے فتویٰ جات کو رد کرتا ہے۔ اور ایک مرتبہ تو سو سے زائد علماء اہل سنت والجماعت کے فتاویٰ جات کو یہود نصاریٰ کی طرح پست و پشت ڈال دیا۔

اور قاری یسین نے ان کی نگرانی میں کھڑے ہو کر تمام فتاویٰ جات سے روگردانی کر کے اوجھڑی کے حلال ہونے کا فتویٰ جاری کیا''۔

(القول الغالب ص11)

آخری گذارش

قارئین کرام! آپ نے غور فرمایا ہوگا کہ بریلوی علماء بھی اس مسئلہ میں تذبذب کا شکار ہیں، بعض حضرات تو ایسے ہیں کہ کبھی اسے مکروہ کہتے ہیں اور کبھی حلال اور بعض حضرات نے مکروہ تحریمی کی بجائے اسے مکروہ تنزیہی کہنا شروع کر دیا ہے اور بعض حضرات نے اسے صراحتاً حلال قرار دیا ہے۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اوجھڑی حرام نہیں۔ اگر یہ شرعاً حرام ہوتی تو وقتاً فوقتاً خود بریلوی علماء سے ایسے فتاویٰ صادر نہ ہوتے۔

باقی یہ بات طے شدہ ہے کہ ہر حلال چیز کو کھانا ضروری نہیں، کسی کی طبیعت نہیں مانتی تو نہ کھائے لیکن اس کو حرام کہنے سے پرہیز کرنا چاہیے اور یہ مسئلہ ایسا نہیں کہ اس کی بناء پر تعصب اور لڑائی جھگڑے کو روا رکھا جائے۔ امت کو پہلے ہی بہت سے مسائل کا سامنا ہے۔ اللہ رب العزت سب کو دین کی صحیح سمجھ نصیب فرمائے۔ آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ فقہاء کرام اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

ابورافع محمد نواز حذیفی فیصل آبادی حنفی حسینی

بریلوی علما کی کتب سے

سکین شدہ حوالہ جات

حدیث شریف میں تحریف کا انکشاف

اوجھڑی کو مکروہ ثابت کرنے کے لئے الغدۃ کا ترجمہ ''اوجھڑی'' کیا گیا، حالانکہ اس کا معنیٰ غدود ہے۔

عنوانات حدیث، تخریج اور موضوعاتی فہرستوں سے آراستہ
امام طبرانی کی منفرد مرویات

معجم اوسط طبرانی

جلد نمبر 7

امام سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی الشامی
(ابوالقاسم الطبرانی المتوفی ۳۶۰ھ)

الشیخ الحافظ ابی الفضل محمد شفیق الرحمن القادری الرضوی

شبیر برادرز ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006
shabbirbrother786@gmail.com

المعجم الاوسط (مترجم) ۸۴۳

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کلمہ گو لوگوں پر نہ قبروں میں وحشت ہوگی، نہ محشر میں خوف زدہ ہوں گے۔ گویا کہ میں لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں" تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہماری پریشانی کو دور کر دیا"۔

☆☆☆☆☆☆☆

۞ پڑوسی کی دیوار کے ساتھ بیٹھ کر پیشاب کرنا بھی اس کی اذیت میں شامل ہے ۞

9479 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِسْحَاقَ، ثنا يَحْيَى الْحِمَّانِيُّ، ثنا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ، فَقَالَ: لَا يَصْحَبْنَا الْيَوْمَ مَنْ آذَى جَارَهُ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: أَنَا بُلْتُ فِي أَصْلِ حَائِطِ جَارِي؟ فَقَالَ: لَا تَصْحَبْنَا الْيَوْمَ

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اکرم ﷺ ایک غزوہ میں روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے پڑوسی کو تکلیف دیتا ہے وہ آج ہمارے ساتھ نہ جائے۔ قوم میں سے ایک شخص نے کہا: میں نے اپنے پڑوسی کی دیوار کے ساتھ بیٹھ کر پیشاب کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو ہمارے ساتھ مت جا۔

☆☆☆☆☆☆☆

۞ سب سے عمدہ گوشت پشت کا ہوتا ہے ۞

۞ جانور کے ۷ اعضاء جو رسول اکرم ﷺ کو ناپسند تھے ۞

9480 - وَبِهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ مِنَ الشَّاةِ سَبْعًا: الْمَرَارَةَ، وَالْمَثَانَةَ، والمحياة، وَالذَّكَرَ، وَالْأُنْثَيَيْنِ، وَالْغُدَّةَ، وَالدَّمَ، وَكَانَ أَحَبُّ الشَّاةِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقَدَّمَهَا، قَالَ: وَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَعَامٍ، فَأَقْبَلَ الْقَوْمُ يُلْقِمُونَهُ اللَّحْمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَطْيَبَ اللَّحْمِ لَحْمُ الظَّهْرِ

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اکرم ﷺ کو بکری کے سات اعضاء ناپسند تھے

○ پتہ

○ مثانہ

○ مونث کی شرمگاہ

○ مذکر کی شرمگاہ

○ کپورے

○ اوجھڑی

○خون

رسول اکرم ﷺ کو بکری کا اگلی جانب کا گوشت پسند تھا۔

رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں کھانا پیش کیا گیا، لوگ رسول اکرم ﷺ کے سامنے گوشت رکھنے لگ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: گوشت میں سب سے عمدہ پشت کا گوشت ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

✿سورۃ غافر کی ابتدائی تین آیات کی تفسیر✿

9481 - وَبِهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، فِي قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: (غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ) (غافر: 3)، قَالَ: (غَافِرِ الذَّنْبِ) (غافر: 3) لِمَنْ يَقُوْلُ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، (قَابِلِ التَّوْبِ) (غافر: 3) مِمَّنْ يَقُوْلُ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (شَدِيْدِ الْعِقَابِ) (البقرۃ: 196) لِمَنْ لَا يَقُوْلُ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، (ذِي الطَّوْلِ) (غافر: 3) ذِي الْغِنٰى لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، كَانَتْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ لَا يُوَحِّدُوْنَهُ، فَوَحَّدَ نَفْسَهُ، (اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ) (غافر: 3) اِلَيْهِ يَصِيْرُ مَنْ يَقُوْلُ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، فَيُدْخِلُ الْجَنَّةَ، وَيَصِيْرُ مَنْ لَا يَقُوْلُ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، فَيُدْخِلُهُ النَّارَ

✦✦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں فرماتے ہیں

غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (غافر: 3)

''گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب کرنے والا بڑے انعام والا اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف پھرنا ہے''۔ (ترجمہ کنزالایمان، امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''گناہ معاف کرنے والا'' سے مراد لا الٰہ الا اللہ ہے۔

اور ''قابل التوب'' سے مراد وہ شخص ہے جو لا الٰہ الا اللہ پڑھتا ہے۔

''شدید العقاب'' سے مراد وہ ہے جو لا الٰہ الا اللہ نہیں پڑھتا ہے۔

''ذی الطول'' سے مراد دولت مند شخص ہے۔

لا الٰہ الا ھو کا مطلب یہ ہے کہ کفار قریش اللہ تعالیٰ کو واحد نہیں مانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت خود بیان کی ہے۔

الیہ المصیر کا مطلب یہ ہے جو لوگ لا الٰہ الا اللہ پڑھتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل فرمائے گا اور جو لا الٰہ الا اللہ نہیں پڑھتے، وہ جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ میں داخل کردے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆

✿سورۃ البروج کی آیت ۳ میں شاہد سے مراد رسول اکرم ﷺ اور مشہود سے مراد قیامت کا دن ہے✿

9482 - حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِسْحَاقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبَّادِ بْنِ الْعَوَّامِ، نَا يَحْيَى الْحِمَّانِيُّ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ

فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب

کی طرف منسوب کتاب "جامع الاحادیث" میں بھی جانور کے صرف سات اجزاء کا مکروہ ہونا بیان کیا گیا ہے

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تقریباً تین سو تصانیف سے ماخوذ (۳۶۶۲) احادیث و آثار

اور (۵۵۵) افادات رضویہ پر مشتمل علوم و معارف کا گنج گرانمایہ

اَلْمُخْتَارَاتُ الرَّضَوِيَّةُ مِنَ الْاَحَادِيْثِ النَّبَوِيَّةِ وَالْاٰثَارِ الْمَرْوِيَّةِ

المعروف بہ

جامع الاحادیث

مع افاداتِ

مجددِ اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

جلد سوم

تقدیم، ترتیب، تخریج، ترجمہ

مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

ناشر

شبیر برادرز

140 [illegible] فون 7246006

میں نے قیمت عرض کی: فرمایا: کیا پاکیزہ چیز ہے اور کتنی ارزاں اور متعلقین پر کتنی وسعت والی۔

فتاوی رضویہ ۸/۳۷۳

(۶) ماکول اللحم جانور کے سات اعضاء مکروہ ہیں

۱۹۴۱۔ عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکرہ من الشاۃ سبعاً، المرارۃ و المثانۃ، و الحیا، و الذکر، و الانثیین، و الغدۃ و الدم ـ و کان احب الشاۃ الیہ مقدمہا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سات چیزوں کے کھانے کو منع فرماتے۔ پتہ، مثانہ، فرج، ذکر، انثیین، غدہ، خون، اور حضور کو بکری کا دست پسند تھا۔

۱۹۴۱۔ السنن الکبری للبیہقی، ۱۰/۷۰ ☆ المصنف لعبد الرزاق، ۸۷۷۱
الجامع الصغیر للسیوطی، ۲/۴۳۹ ☆ کنز العمال للمتقی، ۷/۱۱۵
الجامع الصغیر للسیوطی، ۲/۴۳۹ ☆ کنز العمال للمتقی، ۱۸۲۱۵، ۷/۱۱۵

مفتی غلام رسول سعیدی صاحب کی شرح بخاری کا عکس جس میں حدیث سے اوجھڑی کھانے کا ثبوت پیش کیا گیا ہے

وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری

جلد اوّل

احادیث: ۳۴۹

کتاب بدء الوحی، کتاب الایمان، کتاب العلم
کتاب الوضوء، کتاب الغسل، کتاب الحیض، کتاب التیمم

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی
شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ناشر
فرید بک سٹال (پرائیویٹ) لمیٹڈ ۳۸ اردو بازار لاہور

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے ضرر کو بددعا کہنے کا عدم جواز

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سات کافروں کا نام لے کر ان کے خلاف دعائے ضرر فرمائی' بعض اردو کے سیرت نگاروں نے اس حدیث میں "دَعَا عَلَيْهِمْ" کا ترجمہ کیا ہے: ان پر بددعا کی۔

دیوبندی شارح سید احمد رضا بجنوری نے لکھا ہے:

ان سرکش کفار پر یہ بات بڑی شاق گزری کہ آپ نے ان پر بددعا کی۔ (انوار الباری ج ۸ ص ۴۳۶)

شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں بددعا کی تو یہ بات ان کو بہت گراں گزری۔ (انعام الباری ج ۲ ص ۳۹۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فعل بد نہیں ہے' اس لیے آپ نے جو دعائے ضرر کی' اس کو بددعا کہنا ناجائز اور گناہ ہے' آپ کا ہر فعل حسن اور واجب الاتباع ہے' ہم اس سے پہلے بھی اس پر تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

اس اشکال کا جواب کہ آپ کی پشت پر نجاست ڈال دی گئی تو پھر آپ کیوں نماز پڑھتے رہے؟

اس حدیث میں ہے: آپ کی پشت پر "سلی" رکھی گئی تھی' یعنی وہ غلاف جس میں اونٹنی کا بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے' شرح صحیح مسلم میں میں نے "تاج العروس" ج ۱۰ ص ۱۸۳' کے حوالے سے "سلی" کا یہی معنی لکھا تھا اور یہی اس کا حقیقی معنی ہے لیکن میں نے لکھا تھا کہ اس سے مجازاً اوجھڑی مراد ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے: اس میں خون اور گوبر بھی تھا اور گوبر اوجھڑی میں ہوتا ہے' تاہم اب میری رائے بدل گئی ہے کہ بلاوجہ اس کو مجاز پر محمول کرنا درست نہیں ہے اور "سلی" سے مراد اس کا حقیقی معنی ہی ہے اور اونٹنی کے پیٹ میں "سلی" کے اندر کچھ خون اور گوبر منتقل ہو گیا ہو تو یہ کچھ بعید نہیں ہے' اب یہاں یہ سوال ہے کہ جب "سلی" میں گوبر اور خون وغیرہ تھا اور وہ نجس ہیں' نیز وہ مشرکین کا ذبیحہ ہونے کی وجہ سے بھی نجس تھی تو اس نجاست کے ڈال دینے کے بعد آپ نماز کس طرح پڑھتے رہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت آپ سجدہ میں تھے اور آپ کو پتا نہیں تھا کہ آپ کی پشت پر کیا ڈالا گیا ہے۔

اوجھڑی کھانے کا شرعی حکم

بعض دلائل اوجھڑی کھانے کی تحریم کا تقاضا کرتے ہیں' کیونکہ اوجھڑی گوبر کا محل ہے تو جس طرح مثانہ پیشاب کا محل ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے' اسی طرح گوبر کا محل ہونے کی وجہ سے اوجھڑی کو مکروہ تحریمی ہونا چاہیے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ نے اس دلیل کی وجہ سے اوجھڑی اور آنتوں کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۳۲۱' مکتبہ رضویہ کراچی) اور بعض دلائل اوجھڑی کی حلت کا تقاضا کرتے ہیں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال جانور کی صرف سات چیزوں کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے' باقی چیزیں بلاکراہت حلال ہیں اور چونکہ اوجھڑی ان سات چیزوں میں نہیں ہے' اس لیے وہ بلاکراہت حلال ہے' سات چیزوں کے مکروہ تحریمی ہونے کے متعلق یہ حدیث ہے:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کی سات چیزوں کو مکروہ (تحریمی) قرار دیتے تھے: (۱) خون (۲) فرج (۳) خصیتین (۴) غدود (۵) ذکر (۶) مثانہ (۷) پتہ۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۴ ص ۵۳۵' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۷' مراسیل ابوداؤد ص ۱۹' المعجم الاوسط: ۹۴۷۶' الجامع الصغیر: ۷۱۶۰' الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۲)

اور جب کسی چیز کی حلت اور حرمت میں دلائل متعارض ہوں تو وہ مکروہ تنزیہی ہوتی ہے' نیز ایک حدیث میں ہے: حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بکری کے معدہ کا ایک ٹکڑا کھایا' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت نبیلہ ام عمرو بن جلاس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی انہوں نے ایک بکری ذبح کی تھی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے اور آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی آپ نے اس چھڑی کو رکھ دیا اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی پھر آپ بستر کی طرف گئے اور اس پر لیٹ گئے' پھر آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے' ہم آپ کے پاس ایک پیالہ لائے' جس میں جو کی روٹی تھی اور اس میں بکری کے معدہ کا ٹکڑا تھا اور اس میں بکری کی دستی تھی' حضرت نبیلہ نے کہا: حضرت عائشہ معدہ کا ٹکڑا لے کر اس کو دانتوں سے کھانے لگیں' اس وقت انہوں نے کہا: ہم نے آج بکری ذبح کی تھی' اس کے سوا ہمارے پاس اور کچھ نہیں باقی رہا' آپ نے فرمایا: نہیں! وہ سب باقی ہے' جو اس کے سوا ہے۔

(المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۴۴' اس کی سند میں ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع ضعیف راوی ہے' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۹)

اسی طرح ایک حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے انتڑیاں کھائیں:

امام طحاوی نے کہا: ہمیں ابن فوزی نے محمد بن المنکدر سے روایت کی ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ کے پاس گیا' میں ان کا' انہوں نے نام لیا تھا اور میں بھول گیا (وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں)' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور میرے پاس بکری کا پیٹ لٹکا ہوا تھا' آپ نے فرمایا: اگر تم اس پیٹ سے میرے لیے فلاں فلاں چیز پکا دو' وہ کہتی ہیں: ہم نے آپ کے لیے وہ چیزیں پکا دیں' آپ نے ان کو کھایا اور وضو نہیں کیا۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس حدیث میں پیٹ سے مراد انتڑیاں ہیں۔

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۸۸ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ان احادیث میں بکری کے معدہ اور انتڑیاں کھانے کا ثبوت ہے اور یہی اوجھڑی کے کھانے کا ثبوت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعائے ضرر کرنے کی توجیہ

ایک اعتراض یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو زیادتی کی جائے' آپ اس پر صبر کرتے تھے اور اس کا بدلہ نہیں لیتے تھے تو اس موقع پر آپ نے کفار کے خلاف دعائے ضرر کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی ذات پر جو ظلم اور زیادتی کی جاتی تھی' اس کو آپ برداشت کر لیتے تھے' لیکن دین کے معاملہ میں آپ کسی زیادتی کو برداشت نہیں کرتے تھے' ان کافروں نے نماز کی حالت میں آپ کی پیٹھ پر نجاست ڈال کر آپ کی نماز اور آپ کی عبادت میں خلل ڈالا' اس لیے آپ نے ان کے خلاف دعائے ضرر کی۔

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا: اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جس کو ایذاء پہنچائی جائے' وہ ایذاء پہنچانے والے کے خلاف دعائے ضرر کر سکتا ہے' جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار قریش کے خلاف دعائے ضرر کی تھی' علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: یہ اس وقت ہے' جب کافر نے ایذاء پہنچائی ہو اور اگر مسلمان ایذاء پہنچائے تو زیادہ بہتر ہے کہ اس کے خلاف دعا نہ کی جائے' کیونکہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لحاف چوری ہو گیا تو انہوں نے چور کے خلاف دعا کی تو آپ نے فرمایا: تم اس کے خلاف دعا کر کے اس سے تخفیف نہ کرو۔ (سنن ابو داؤد: ۴۹۰۹)

المہلب نے کہا: اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے مقبول ہونے کا ثبوت ہے' کیونکہ آپ نے جن کے خلاف دعا کی تھی' وہ قبول ہو گئی اور حضرت ابن مسعود نے ان سب کو بدر کے کنویں میں اوندھے منہ پڑے ہوئے دیکھا۔

(شرح ابن بطال ج ۱ ص ۳۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* اس باب کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۵۲۳۔ ج ۵ ص ۵۵۶ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

مفتی غلام رسول سعیدی صاحب کی شرح مسلم کا عکس

جس میں اوجھڑی کو مکروہ تحریمی کی بجائے مکروہ تنزیہی کہا گیا ہے

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

اور رسول تم کو جو (احکام) دیں ان کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو منع کریں ان سے باز رہو

شرح صحیح مسلم

جلد خامس

اقضیہ، لقطہ، جہاد، امارہ

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ حلال جانوروں کا گوبر پاک ہے، اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ سلی میں صرف گوبر نہیں تھا بلکہ خون بھی تھا جیسا کہ اسرائیل کی روایت میں ہے اور خون بالاتفاق نجس ہے، اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ گوبر اور خون سلی کے اندر تھا اور سلی کی ظاہری جلد پاک تھی لیکن یہ جواب اس لیے مردود ہے کہ یہ اوجھڑی بہرحال بت پرستوں کا ذبیحہ تھی اور مردار تھی اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ واقعہ مردار کے حرام ہونے سے پہلے کا ہے لیکن یہ جواب اس لیے صحیح نہیں کہ بغیر تحقیق کے شریعت کے صرف احتمال سے یہ نہیں کہا جا سکتا اور اس اشکال کا صحیح جواب وہی ہے جو علامہ نووی نے بیان کیا ہے کہ سلی رکھے جانے کے باوجود آپ مسلسل نماز میں اس لیے مشغول رہے کہ آپ کو یہ علم نہیں تھا کہ آپ کی پشت پر کیا رکھا گیا اور آپ نے استصحاب حال کے اعتبار سے طہارت سابقہ کے حکم کو باقی رکھا۔ [1]

علامہ بدرالدین عینی نے اس تمام بحث کو نقل کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ سلی گوبر وغیرہ کی وجہ سے ناپاک تھی لیکن آپ کو اس کا علم نہیں تھا اور آپ نماز میں اس لیے مشغول رہے کہ اس وقت تک بت پرستوں کا ذبیحہ حرام نہیں قرار دیا گیا تھا اور یہ محض احتمال نہیں ہے بلکہ آپ کا نماز میں بدستور مشغول رہنا اس پر قرینہ ہے کہ اس وقت تک اس کو حرام نہیں کیا گیا تھا کیونکہ آپ کسی ناجائز کام پر خود برقرار رہ سکتے ہیں نہ کسی اور کو برقرار رکھ سکتے ہیں آپ کی شان اس سے بلند ہے۔ [2]

علامہ نووی، علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کی ان تشریحات سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر جو سلی رکھی گئی تھی اس میں گوبر تھا اور گوبر جھلی میں لپٹا ہوتا ہے جو کہ اوجھڑی میں ہوتا ہے اس سے واضح ہو گیا کہ اس حدیث میں سلی کا اطلاق اوجھڑی پر کیا گیا ہے۔

اوجھڑی کھانے کا حکم

اس حدیث میں چونکہ اوجھڑی کا ذکر آ گیا ہے اس لیے ہم اوجھڑی کھانے کا شرعی حکم بیان کرنا چاہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبح شدہ حیوان کے سات اجزاء کا کھانا حرام قرار دیا ہے اور ان کے ماسوا کو حلال قرار دیا ہے اور اوجھڑی چونکہ ان سات اجزاء میں شامل نہیں ہے اس لیے بظاہر اس کا کھانا حلال ہے، اسی طرح فقہاء نے بھی ذبح شدہ جانور کے صرف سات اجزاء کو حرام قرار دیا ہے اور ان میں اوجھڑی شامل نہیں ہے اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اوجھڑی حلال ہے لیکن غور و تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اوجھڑی غدود کی طرح مکروہ تحریمی ہے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن مجاهد قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكره من الشاة سبعا الدم والحيا والانثيين والغدة والذكر والمثانة والمرارة

مجاہد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کی سات چیزوں کو مکروہ (تحریمی) قرار دیتے تھے: (۱) خون (۲) فرج (۳) خصیتین (۴) غدود (۵) ذکر (۶) مثانہ

1. حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۳۵۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ
2. حافظ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۵۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

وکان یستحب من الشاۃ مقدمھا۔ ؎۱ (اور بکرا اور بکری کے اگلے حصے کے گوشت کو پسند فرماتے تھے۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ ؎۲
اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ ؎۳

علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں: بکری کی سات چیزوں کو کھانا مکروہ تحریمی ہے، فرج، خصیہ، غدود، مثانہ، پتہ، بہنے والا خون اور ذکر، اس کے بعد ایک منظوم شعر لکھا ہے اس میں ہے جب تم بکری کو ذبح کرلو تو اس کی سات چیزوں کے سوا کھالو۔ ؎۴

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: مجاہد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے سات اجزاء کو مکروہ فرمایا ہے، ذکر، خصیتین، فرج، غدود، پتہ، مثانہ اور خون۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں خون حرام ہے اور باقی چھ چیزیں مکروہ ہیں، کیونکہ خون کی حرمت قرآن مجید کی نص قطعی سے ثابت ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے حرمت علیکم المیتۃ والدم الآیۃ اور باقی چھ چیزیں مکروہ ہیں کیونکہ ان کو انسان مکروہ سمجھتا ہے اور قرآن مجید میں ہے ویحرم علیھم الخبائث۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خبیث چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور یہ چھ چیزیں خبیث یعنی الیسی گھن آتی ہے، حضرت مجاہد کی روایت میں جو کراہت کا لفظ ہے اس سے مراد مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ ان چھ چیزوں اور خون کو کراہت میں جمع کیا ہے۔ ؎۵

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی نے بھی ذبح شدہ جانور کے ان سات اجزاء کو مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ ؎۶

اور چونکہ اوجھڑی ان سات چیزوں میں شامل نہیں ہے اس لیے اس کا کھانا بظاہر مکروہ تحریمی نہیں ہے، البتہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ مثانہ میں پیشاب ہوتا ہے اور اس کا کھانا مکروہ تحریمی ہے، اسی طرح اوجھڑی میں گوبر ہوتا ہے اس لیے اس کا کھانا بھی مکروہ تحریمی ہونا چاہیے نیز ان چھ چیزوں کی کراہت کی یہ دلیل ہے کہ یہ اشیاء خبیث ہیں انسان ان سے گھن کرتا ہے اور متنفر ہوتا ہے اور قرآن مجید میں ہے ویحرم علیھم الخبائث نبی صلی اللہ علیہ وسلم خبیث چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور اوجھڑی سے بھی انسان گھن کرتا ہے اور متنفر ہوتا ہے اس لیے یہ بھی خبیث اور مکروہ تحریمی ہے میں نے مذاہب اربعہ کی کتب میں بالخصوص اوجھڑی کا جزئیہ تلاش کیا لیکن مجھ کو یہ جزئیہ نہیں مل سکا اس لیے میں نے یہ بیان کیا ہے کہ بظاہر حدیث اور عبارات فقہاء کا تقاضا یہ ہے کہ یہ بلا کراہت حلال ہے اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ مکروہ

؎۱۔ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۴ ص ۵۳۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ
؎۲۔ امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۱۰ ص ۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
؎۳۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابوداؤد ص ۱۱، مطبوعہ اصح المطابع کراچی
؎۴۔ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۶۵۵۔ ۶۵۴، مطبوعہ مطبع استنبول، ۱۳۲۷ھ
؎۵۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۶۵۵، مطبوعہ مطبع استنبول، ۱۳۲۷ھ
؎۶۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۵ ص ۶۱، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

گیا ہے لہٰذا ان کی اور کی وجہ سے اوجھڑی کھانے کو مکروہ تنزیہی قرار دینا چاہیے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے لیے دعاء ضرر کی اس کی پوری تفصیل اور تحقیق ہم شرح صحیح مسلم جلد ثانی باب نمبر ۲۱۱ میں بیان کر چکے ہیں اور اس جلد میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء ضرر کو بددعا سے تعبیر کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

بَابُ ۱۱ قَتْلِ اَبِیْ جَهْلٍ !

ابوجہل کے قتل کا بیان

۴۵۴۷ - حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِیُّ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِیْلُ یَعْنِی ابْنَ عُلَیَّةَ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ التَّیْمِیُّ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّنْظُرُ لَنَا مَا صَنَعَ اَبُوْ جَهْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَوَجَدَهٗ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَآءَ حَتّٰی بَرَدَ قَالَ فَاَخَذَ بِلِحْیَتِهٖ فَقَالَ اَنْتَ اَبُوْ جَهْلٍ فَقَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ اَوْ قَالَ قَتَلَهٗ قَوْمُهٗ قَالَ وَقَالَ اَبُوْ مِجْلَزٍ قَالَ اَبُوْ جَهْلٍ فَلَوْ غَیْرُ اَكَّارٍ قَتَلَنِیْ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوجہل کی خبر کون لے کر آئے گا؟ حضرت ابن مسعود گئے تو دیکھا کہ عفراء کے دو بیٹے اس کو قتل کر چکے ہیں اور اس کا جسم ٹھنڈا ہونے کے قریب ہے، حضرت ابن مسعود نے اس کی داڑھی پکڑ کر کہا: کیا تو ابوجہل ہے؟ ابوجہل نے کہا: کیا اتنے بڑے کسی اور شخص کو بھی تم نے قتل کیا ہے؟ یا کہا اس کی قوم نے اتنے بڑے شخص کو قتل کیا ہے؟ ابومجلز کہتے ہیں کہ ابوجہل نے یہ بھی کہا تھا کاش مجھے کسان کے علاوہ کسی اور نے قتل کیا ہوتا!

۴۵۴۸ - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِیُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ یَقُوْلُ حَدَّثَنَا اَنَسٌ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّعْلَمُ لِیْ مَا فَعَلَ اَبُوْ جَهْلٍ بِمِثْلِ حَدِیْثِ ابْنِ عُلَیَّةَ وَقَوْلِ اَبِیْ مِجْلَزٍ كَمَا ذَكَرَهٗ اِسْمَاعِیْلُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے کوئی شخص آکر یہ بتلائے گا کہ ابوجہل کا کیا ہوا؟ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

قتل ابوجہل کے سلسلے میں مختلف روایات کا بیان

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جنگ بدر کے دن میں ایک صف میں کھڑا ہوا تھا، میں نے اپنی دائیں اور بائیں جانب دیکھا تو مجھے انصار کے دو کم عمر لڑکے نظر آئے مجھے یہ خیال آیا کہ کاش میں ان سے زیادہ طاقتور لوگوں کے درمیان ہوتا، پھر ان میں سے ایک نے مجھے اشارہ کر کے کہا: اے چچا کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں! اے بھتیجے تم کو اس سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے اور قسم اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے اگر میں نے اس

ماہنامہ نور الحبیب کا عکس

جس میں مفتی غلام رسول سعیدی اور ابوالبرکات صاحب کے فتویٰ کی تائید کی گئی ہے

ماہنامہ

A.B.C. Certified

نور الحبیب
بصیر پور

جلد نمبر 26

شمارہ نمبر 9

Regd No. PS : CPL - 25
ISSN 1093-4238

ذیقعد ۱۴۳۵ھ

ستمبر 2014ء

زیر ظل عاطفت

فقیہ اعظم حضرت مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی

صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری

مجلس ادارت

علامہ احمد علی قصوری — ڈاکٹر فیض الحبیب [illegible] نوری

مولانا محمد [illegible] قصوری — پروفیسر خلیل احمد نوری

صاحبزادہ محمد فیض المصطفیٰ نوری

محمد شریف نوری

مولانا محمد یوسف نوری

نوری کمپوزنگ سنٹر بصیر پور شریف

خصوصی چندہ سالانہ 1200/- روپے

عمومی چندہ سالانہ 400/- روپے

فی پرچہ 35/- روپے

ترسیل زر کا پتہ

انجمن حزب الرحمٰن (شعبہ تبلیغ) دار العلوم حنفیہ فریدیہ
بصیر پور ضلع اوکاڑہ پوسٹ کوڈ 56011 فون نمبر 044-4771014 فیکس 044-4772214
E-Mail: noorulhabibmonthly@gmail.com



اوجھڑی کھانے کا شرعی حکم

عام طور پر قربانی کے موقع پر اوجھڑی کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے، لہٰذا اس سلسلے میں دو فتاویٰ شامل اشاعت کیے جا رہے ہیں، پہلا فتویٰ امام اہل سنت مفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث والتفسیر شیخ المحدثین استاذ الاساتذہ حضرت سید ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ، امیر حزب الاحناف لاہور کا اور دوسرا شارح بخاری و مسلم علامہ غلام رسول سعیدی کا ہے——[ادارہ]

حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کا فتویٰ

سوال

حلال جانور میں کون کون سے حصے کھانے حرام ہیں، نیز بکرے کے کپوروں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

ریاض احمد، جماعت دوم، حافظ آباد

الجواب

نر، مادہ کی شرمگاہ، پتہ، حرام مغز، کپورہ، خون بہا ہوا (مثانہ)——

800 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰى لَهٗ

اگر اوجھڑی خوب صاف کر لی جائے کہ اس میں بالکل بو باس نہ رہے تو بلاکراہت جائز ہے۔ کذا فی البدائع ---

پنجاب میں کپورہ کھانے کا بکثرت رواج ہے اور بعض کباب فروش ایک ہی توے میں گردے، کباب کی ٹکیاں تلتے ہیں اور ساتھ ہی اسی چربی، گھی یا تیل میں کپورے بھی بھونتے ہیں اور کپوروں کا عرق ان کبابوں میں بھی شامل ہوتا ہے، وہ بھی کپوروں کی طرح حرام وممنوع ہو جاتے ہیں ---

[ماہنامہ رضوان، لاہور، ۷ تا ۱۴ مارچ ۱۹۵۴ء]

●●●●●

علامہ سعیدی کا فتویٰ

نبی کریم ﷺ نے حلال جانور کی صرف سات چیزوں کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے، باقی چیزیں بلاکراہت حلال ہیں اور چوں کہ اوجھڑی ان سات چیزوں میں نہیں ہے، اس لیے وہ بلاکراہت حلال ہے، سات چیزوں کے مکروہ تحریمی ہونے کے متعلق یہ حدیث ہے:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بکری کی سات چیزوں کو مکروہ (تحریمی) قرار دیتے تھے:

● خون ● فرج ● خصیتین ● غدود

● ذکر ● مثانہ ● پتہ ---

[مصنف عبد الرزاق، جلد ۴، صفحہ ۵۳۵/ سنن بیہقی، جلد ۱۰، صفحہ ۷/ مراسیل ابوداؤد، صفحہ ۱۹/ المعجم الاوسط: ۹۴۷۲/ الجامع الصغیر: ۷۱۲۰/ الکامل لابن عدی، جلد ۵، صفحہ ۱۲]

اور جب کسی چیز کی حلت اور حرمت میں دلائل متعارض ہوں تو وہ مکروہ تنزیہی ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے:

[illegible]

کے پاس تھی، انہوں نے ایک بکری ذبح کی تھی، پھر رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے اور آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، آپ نے چھڑی کو رکھ دیا اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی، پھر آپ بستر کی طرف گئے اور اس پر لیٹ گئے، پھر آپ نے پوچھا:

کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے، ہم آپ کے پاس ایک پیالہ لائے، جس میں جو کی روٹی تھی اور اس میں بکری کے معدہ کا ٹکڑا تھا اور اس میں بکری کی دستی تھی، حضرت نسیبہ نے کہا: حضرت عائشہ معدہ کا ٹکڑا لے کر اس کو دانتوں سے کھانے لگیں۔ اس وقت انہوں نے کہا: ہم نے آج بکری ذبح کی تھی، اس کے سوا ہمارے پاس اور کچھ نہیں باقی رہا۔ آپ نے فرمایا: نہیں! وہ سب باقی ہے، جو اس کے سوا ہے"۔۔۔

[معجم الکبیر، جلد ۲۵، صفحہ ۴۳، اس کی سند میں ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع ضعیف راوی ہے مجمع الزوائد، جلد ۵، صفحہ ۳۶]

اسی طرح ایک حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے انتڑیاں کھائیں:

امام طحاوی نے کہا: ہمیں ابن خزیمہ نے محمد بن المنکدر سے روایت کی ہے کہ میں نبی ﷺ کی کسی زوجہ کے پاس گیا، جن کا انہوں نے نام لیا تھا اور میں بھول گیا (وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں)، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور میرے پاس بکری کا پیٹ لٹکا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: اگر تم اس پیٹ سے میرے لیے فلاں فلاں چیز پکا دو۔ وہ کہتی ہیں: ہم نے آپ کے لیے وہ چیزیں پکا دیں، آپ نے ان کو کھایا اور وضو نہیں کیا"۔۔۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس حدیث میں پیٹ سے مراد انتڑیاں ہیں۔ [نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار، جلد ۱، صفحہ ۳۸۸ قدیمی کتب خانہ، کراچی]

ان احادیث میں بکری کے معدہ کھانے کا ثبوت ہے اور یہی اوجھری کے کھانے کا ثبوت ہے۔

[نعمۃ الباری فی شرح البخاری، جلد ۱، صفحہ ۶-۷۱۵]



سہ ماہی رسالہ السدید کا عکس

جس میں مفتی غلام رسول سعیدی اور ابوالبرکات صاحب کے فتوی کی تائید کی گئی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولاً سدیداً

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچی بات کہو۔ (الاحزاب)

سہ ماہی

السدید

جلد: 12

شمارہ 9،8

شوال، ذوالقعدہ، ذوالحجہ 1437ھ

جولائی، اگست، ستمبر 2016

حضرت خواجہ قمر الحق والدین

حضرت خواجہ غلام سدید الدین

حسب الارشاد

حضرت خواجہ غلام حمید الدین احمد معظمی

مدیر اعلیٰ

پیرزادہ محمد معظم الحق معظمی

مدیر مسئول

صاحبزادہ محمد شمس الحق

0300-9400918

مدیر

محمد اسلم ندیم سدیدی

0333-5184445, 0345-4776667

مدیر معاون

ڈاکٹر محمد عطاء اللہ سدیدی

مشیران کرامی

پروفیسر صاحبزادہ محمد مسعود احمد مظہری

پروفیسر ڈاکٹر صاحبزادہ معین نظامی

پروفیسر ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری

سہ ماہی السدید کی قیمت -/30 روپے

سالانہ ممبر شپ عام ڈاک -/150 روپے

سالانہ ممبر شپ رجسٹری -/320 روپے

تعاون خصوصی فی شمارہ 1000 روپے

امریکہ و یورپ سالانہ ممبر شپ -/25 ڈالر

مڈل ایسٹ سالانہ ممبر شپ -/100 درہم / ریال

دفتر نمبر ۳، دوسری منزل، کشمیر سنٹر، ۱۲۲/ جی-۱ مارکیٹ، جوہر ٹاؤن، لاہور فون: 042-35153176 فیکس: 042-35291191

Email: maslamnadim@gmail.com, Web: www.moazzami.com.pk

شمارہ میں شائع ہونے والی نگارشات کے نفسِ مضمون کی ذمہ داری لکھنے والوں پر ہے۔

اوجھڑی کھانے کا شرعی حکم

عام طور پر قربانی کے مواقع پر اوجھڑی کھانے کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے لہٰذا اس سلسلے میں دو فتاویٰ شامل اشاعت کیے جا رہے ہیں، پہلا فتویٰ امام اہلسنت مفتیٔ اعظم پاکستان شیخ الحدیث والتفسیر شیخ المحدثین استاذ الاساتذہ حضرت سید ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ امیر حزب الاحناف لاہور کا اور دوسرا شارح بخاری و مسلم علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ (ادارہ)

حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کا فتویٰ:

سوال: حلال جانور میں کون کون سے حصے کھانا حرام ہیں، نیز بکرے کے کپوروں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: نر، مادہ کی شرمگاہ، پتہ، حرام مغز، کپورہ، خون، پھکنا (مثانہ) حرام ہیں۔ اگر اوجھڑی خوب صاف کر لی جائے کہ اس میں بالکل بو باس نہ رہے تو بلا کراہت جائز ہے۔ (کذا فی البدائع)

علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلال جانوروں کی صرف سات چیزوں کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے، باقی چیزیں بلا کراہت حلال ہیں اور چوں کہ اوجھڑی ان سات چیزوں میں نہیں ہے اس لیے وہ بلا کراہت حلال ہے۔ سات چیزوں کے مکروہ تحریمی ہونے کے متعلق یہ حدیث ہے:

> مجاہد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکری کی سات چیزوں کو مکروہ (تحریمی) قرار دیتے تھے: خون، فرج،

خصیتین، غدود، ذکر، مثانہ، پتہ۔

(مصنف عبدالرزاق، جلد ۴، صفحہ ۵۳۵) (سنن بیہقی، جلد ۱۰، صفحہ ۷)

(مراسیل ابوداؤد، صفحہ ۱۹) (المعجم الاوسط: ۹۴۷۶)

(الجامع الصغیر: ۷۱۶) (الکامل الابن عدی، جلد ۵، صفحہ ۱۲)

اور جب کسی چیز کی حلت اور حرمت میں دلائل متعارض ہوں تو وہ مکروہ تنزیہی ہوتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے:

حضرت نسیکہ ام عمرو بن حلاس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی، انہوں نے ایک بکری ذبح کی تھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے اور آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، آپ نے چھڑی کو رکھ دیا اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی، پھر آپ بستر کی طرف گئے اور اس پر لیٹ گئے، پھر آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ ہم آپ کے پاس ایک پیالہ لائے جس میں جو کی روٹی تھی اور اس میں بکری کے معدہ کا ٹکڑا تھا اور اس میں بکری کی دستی تھی۔ حضرت نسیکہ نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا معدہ کا ٹکڑا لے کر اس کو دانتوں سے کھانے لگیں۔ اس وقت انہوں نے کہا کہ ہم نے آج بکری ذبح کی تھی، اس کے سوا ہمارے پاس اور کچھ نہیں باقی رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں وہ سب باقی ہے جو اس کے سوا ہے" (المعجم الکبیر، جلد ۲۵، صفحہ ۴۴، اس کی سند میں ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع ضعیف راوی ہے / مجمع الزوائد، جلد ۵، صفحہ ۳۵)

اسی طرح ایک حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے انتڑیاں کھائیں:

امام طحاوی نے کہا: ہمیں ابن خزیمہ نے محمد بن المنکدر سے روایت کی ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ کے پاس گیا، جن کا نام انہوں نے لیا تھا اور میں بھول گیا (وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں) وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میرے پاس آئے اور میرے پاس بکری کا پیٹ لٹکا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اس پیٹ سے میرے لیے فلاں فلاں چیز پکا دو۔ وہ کہتی ہیں: ہم نے آپ کے لیے وہ چیزیں پکا دیں، آپ نے ان کو کھایا اور وضو نہیں کیا"۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس حدیث میں پیٹ سے مراد انتڑیاں ہیں۔ (نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار، جلد ۱، صفحہ ۳۸۸، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

ان احادیث میں بکری کے معدہ کھانے کا ثبوت ہے اور یہی اوجھڑی کے کھانے کا ثبوت ہے۔ (نعمۃ الباری فی شرح البخاری، جلد ۱، صفحہ ۷۱۵-۷۱۶)

(بشکریہ: ماہنامہ نور الحبیب، ذی قعدہ ۱۴۳۶)

قربانی کرنے کا طریقہ

جانور کو قبلہ رو بائیں طرف لٹائیں اور ذبح سے پہلے یہ دعا پڑھیں۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ. اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ پھر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے تیز چھری سے ذبح کریں اگر اپنی قربانی کا جانور خود ذبح کریں تو ذبح کے بعد یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِکَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَحَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اگر قربانی کا جانور کسی اور کی طرف سے کرتا ہو تو مِنِّیْ کی جگہ مِنْ کے بعد اس کا نام لے، اپنے ہاتھ سے قربانی کرنا افضل ہے اگر خود نہ کر سکتا ہو تو دوسرے سے کرا سکتا ہے اور سنت یہ ہے کہ اپنے سامنے قربانی کرائے۔

مفتی عبدالغفور الوری صاحب کے فتویٰ کا عکس
جس میں اوجھڑی کو حلال کہا گیا ہے



فتاویٰ
(جلد دوم)

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت علامہ

محمد عبدالغفور الوری

ناشر

جامعہ فیاض العلوم رجسٹرڈ پاکستان

136

مکتوبات شریف حضرت مجدد الف ثانی	مکتوب نمبر (۱۵) جلد ۲ صفحہ ۳۱	مطبع پریس روز بازار امرتسر
بحر الرائق شرح کنز الدقائق	جلد ۲ صفحہ ۱۴۸	مطبع البابی الحلبی مصر
مراقی الفلاح شرح نور الایضاح	صفحہ ۱۹۳	مطبع دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان
فتاوی رضویہ	جلد ۸ صفحہ ۳۶۵_۳۶۶	مطبع رضا فاؤنڈیشن لاہور

هٰذَا مَا عِنْدِیْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَاَحْكَمُ بِالصَّوَاب

محمد عبد الغفور الوری غفرلہ

مہتمم جامعہ مجددیہ فیاض العلوم
منڈی رائیونڈ لاہور پاکستان

سوال

حضرت قبلہ شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد عبد الغفور الوری صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حضرت!

عرض ہے کہ بعض لوگ اوجھڑی کھانے کو حرام کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے ایسے ہی سنا ہے کہ حلال جانوروں کی اوجھڑی کھانا حرام ہے۔ آپ دلائل کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ اوجھڑی کھانا حلال ہے یا حرام ہے؟ بینوا وتوجروا۔ = السائل = ناچیز ریاض الحسن فریدی لاہ ہلائیت قریہ ضلع قصور

الجواب و هو الموفق للصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محبی و مخلصی علامہ مولانا ریاض الحسن فریدی صاحب صورت مسئولہ میں اوجھڑی کھانا قطعاً حرام نہیں بلکہ

حلال ہے۔ فقہاء نے جانور کی سات چیزوں کو حرام قرار دیا ہے اُن سات چیزوں میں اوجھڑی شامل نہیں ہے اور وہ سات چیزیں یہ ہیں

(۱) اَلدَّمُ الْمَسْفُوْحُ (۲) وَالذَّكَرُ (۳) وَالْاُنْثَيَانِ (۴) وَالْقُبُلُ

(۵) وَالْغُدَّةُ (۶) وَالْمَثَانَةُ (۷) وَالْمَرَارَةُ

یعنی (اول) دم مسفوح خون جو تیزی کے ساتھ رگوں سے آئے۔ (دوم) ذکر یعنی نر کا خایہ۔ (سوم) دونوں خصیے۔ (چہارم) قبل یعنی مادہ کی پیشاب گاہ۔ (پنجم) غدہ یعنی گلٹی، رسولی۔ (ششم) مثانہ۔ (ہفتم) مرارہ یعنی پتا۔

فتاویٰ عالمگیری	جلد ۵ صفحہ ۲۹۰	مطبع دار المعرفت بیروت لبنان

اب یہاں کہیں ان میں اوجھڑی کا ذکر نہیں لہٰذا اسے حلال کہا جائے گا جو اسے مکروہ تحریمی یا حرام قرار دیتے ہیں وہ دلیل پیش کریں۔

ملاحظہ ہوں مزید حوالہ جات:

فتاویٰ عالمگیری	جلد ۵ صفحہ ۲۹۰	مطبع دار المعرفت بیروت لبنان
رد المحتار	جلد ۱۰ صفحہ ۴۷۸	مطبع دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان
فتاویٰ ہندیہ اردو	جلد ۸ صفحہ ۳۱۴	مطبع نولکشور لکھنؤ
فتاح الدقائق شرح کنز الدقائق	جلد ۲ صفحہ ۳۲۳	مطبع رحمانیہ لاہور

هٰذَا مَا عِنْدِيْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَاَحْكَمُ بِالصَّوَابِ

محمد عبد الغفور الوری غفرلہٗ مہتمم جامعہ فیاض العلوم رائیونڈ لاہور

ڈاکٹر طاہر القادری کے منہاج القرآن کے مفتی صاحب کے فتویٰ کا عکس جس میں اوجھڑی کو حلال بتایا گیا ہے۔

فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

منہاج الفتاویٰ

جلد دوم

کتاب العبادات

مفتی محمد عبدالقیوم خان ہزاروی
شیخ التفسیر والحدیث، دی منہاج یونیورسٹی، لاہور

منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور
مرکزی سیکرٹریٹ ۳۶۵ ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

حلال جانور کے حرام اجزاء

سوال: کیا حلال جانور کے گردے اور اوجری کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

محمود احمد

جواب: عزیز القدر محمود احمد صاحب سلام مسنون۔
حلال جانور کی اوجھری گردے وغیرہ کھانا جائز ہے۔ صرف سات اجزاء مکروہ تحریمہ یا حرام ہیں۔

ما یحرم اکله من اجزاء الحیوان سبعة الدم المسفوح والذکر والانثیان والقبل والغدة والمثانة والمرارة۔	حلال جانور کے سات اجزاء حرام ہیں۔ ۱۔ بہتا ہوا خون۔ ۲۔ آلہ تناسل ۳۔ خصیے ۴۔ پیشاب گاہ۔ ۵۔ گلٹی ۶۔ مثانہ ۷۔ پتہ۔ (فتاوی عالمگیری ص ۲۹۰ ج ۵' بدائع الصنائع ج ۵ ص ۶۱)

صرف ان سات اجزاء کو کھانا' حرام ہے۔ باقی سب حلال ہیں۔ واللہ اعلم و رسولہ۔

والسلام

عبدالقیوم خان

عیسائی یا ذمی کو قربانی کا گوشت دینا جائز ہے

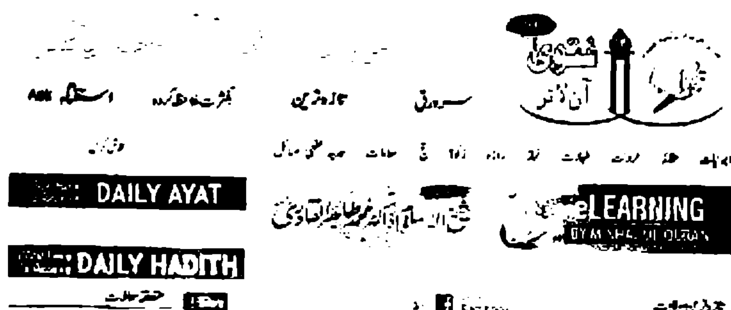
سوال: کیا کسی عیسائی کو قربانی کا گوشت دینا جائز ہے؟

جواب: جو عیسائی مسلمان سے عیسائی نہیں بنے' وہ ذمی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ پس ان کو قربانی کا گوشت دینا جائز ہے۔ جو مسلمان سے عیسائی و مرتد ہیں وہ مرتدین کی طرح انہیں بھی کچھ دینا جائز نہیں۔

واللہ اعلم و رسولہ

والسلام' عبدالقیوم خان

منہاج القرآن کے مفتی صاحب کے ایک اور فتویٰ کا عکس جس میں اوجھڑی کو حلال بتایا گیا ہے۔



وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ

الاعراف 7 : 157

وروى عن مجاهد رضى الله تعالى عنه انه قال

كره رسول الله من الشاة الذكر والانثيين والقبل

فتوی ان لائن - حلال جانور کے مکروہ اعضاء کون سے ہیں؟

والغدة والمررة والمثانة والدم.

”مجاہد رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کے یہ اجزاء مکروہ قرار دیئے۔ آلہ تناسل، خصیئے، اگلی پیشاب گاہ، گلٹی، پتہ، مثانہ اور خون“۔

کراہت سے مراد، کراہت تحریمہ ہے دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خون کے ساتھ باقی چھ چیزیں بھی جمع فرمائیں اور بہتا خون تو حرام ہے، لہٰذا یہ بھی حرام ہیں۔

امام ابو حنیفہ رضی تعالی عنہ سے مروی ہے کہ خون حرام ہے اور میں چھ چیزوں کو مکروہ سمجھتا ہوں۔

اطلق اسم الحرام على الدم المسفوح و سمى ما سواه مكروها.

”آپ نے بہتے خون پر حرام کا نام بولا اور باقی چھ کو مکروہ کہا“۔

لان الحرام المطلق ماثبت حرمته بدليل مقطوع به وحرمه الدم المسفوح قد ثبتت بدليل مقطوع وهو النص المفسر من الكتاب العزيز قال الله تعالٰى عز شانه {قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآاُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا} الى قوله عز شانه {اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْر} وانعقاد الاجماع ايضا على حرمته فأما حرمة ما سواه من الأشياء الستة فماثبتت بدليل مقطوع به بالاجتهاد او بظاهر الكتاب العزيز المحتمل للتاويل أو الحديث لذلک فصل بينهما فى الاسم فسمى ذلک حراما وذا مكروها.

”اس لئے کہ حرام مطلق وہ ہے جس کی حرمت (حرام ہوتا) دلیل قطعی سے ثابت ہو اور بہتے خون کا حرام ہونا تو دلیل قطعی سے ثبت ہے اور وہ کتاب عزیز (قرآن کریم) کی نص مفسّر ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:

قُل لاَّ أَجِدُ فِي مَا أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلاَّ أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ.

”اے حبیب مکرم آپ فرمائیں: میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام، مگر یہ کہ مردار ہو یا رگوں کا بہتا خون یا خنزیر کا گوشت یہ وہ نجس ہے“۔

(الأنعام، 6 : 145)

دلیل قطعی سے ثابت نہیں بلکہ اجتہاد یا قرآن عزیز کی ظاہری نص سے
(وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰئِثَ) جس
میں تاویل کا احتمال ہے۔

یا مذکورہ بالا حدیث پاک سے اسی لئے دونوں میں فرق کیا گیا ہے بہتے خون کو حرام اور باقی چھ چیزوں کو مکروہ کا نام دیا گیا ہے۔

1. علاء الدين الكاساني، بدائع الصنائع، 5 : 61، دار الكتاب العربي بيروت
2. ابن نجيم، البحر الرائق، 8 : 553، دار المعرفة، بيروت
3. ابن عابدين شامي، رد المحتار، 6 : 749، دار الفكر، بيروت
4. الشيخ نظام الدين و جماعة من علماء الهند، الفتاوى الهندية، 5 : 290، دار الفكر

قاعدہ :

لا يلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة إذ لابد لها من دليل خاص.

”مستحب کے ترک سے کراہت ثابت نہیں ہوتی اس کے لئے دلیل خاص ضروری ہے“۔

1. ابن نجيم، البحر الرائق، 2 : 176
2. ابن عابدين شامي، رد المحتار، 1 : 124

خلاصہ بحث :

حرمت کے ثبوت کیلئے نص قطعی یا علت شرعی مطلوب ہے۔ بہتے خون (دم مسفوح) کی حرمت کیلئے تو قرآن کی نص قطعی موجود ہے۔ مگر باقی چھ چیزوں کی حرمت شرعی کی کوئی دلیل قطعی نہیں نہ کوئی علت مشترکہ ہے۔ لہٰذا خون کے سوا باقی چیزوں کو مکروہ طبعی کہا جائے گا کہ طبیعت سلیمہ ان کو پسند نہیں کرتی۔ جس کی وجہ واضح ہے کہ عموماً ان کو اچھی طرح صاف نہیں کیا جا سکتا۔ بعض اعضاء سے بدبو آتی ہے جیسے اوجھڑی وغیرہ اور اگر محنت کر کے گرم پانی میں ڈال کر گندا کور (cover) اتار کر چھری وغیرہ سے رگڑ کر اس کور کو تمام آلائشوں سے پاک صاف کر لیا جائے، نمک اور بیسن لگا کر کچھ وقت پانی نچڑنے دیا جائے، میٹھا سوڈا بھی استعمال کیا جائے، پھر پکایا جائے اور چھوڑا ہوا پانی بہا دیا جائے، ڈھکن اٹھا کر بھاپ نکال لی جائے۔ دوبارہ صاف پانی سے تمام گوشت دھو لیا جائے۔ جو لوگ اتنی محنت نہیں کرتے اور عام گوشت سبزی وغیرہ کی طرح واجبی سا دھو کر اوجھڑی پکا لیتے ہیں، نہ صفائی ہوئی نہ smell ختم ہوئی نہ آلائشوں کا ازالہ ہوا، اسے کونسی نفاست پسند طبیعت پسند کرے گی؟ یہ طبعاً مکروہ ہی ہوگی۔ دم مسفوح کے علاوہ باقی چھ چیزوں کی کراہت بھی طبعی ہے، جو اچھی طرح صاف کرنے سے زائل ہو سکتی ہے، لیکن دم مسفوح کی کراہت قطعی ہے۔ لہٰذا یہ حرام اور باقی اشیاء کی کراہت طبعی ہے، جس کا ازالہ اچھی طرح صفائی سے ہو سکتا ہے۔ ان چھ چیزوں کا کھانا خون کی طرح حرام قطعی و شرعی ہرگز نہیں۔ ہمارا پہلا نظریہ جو منہاج الفتاوی جلد دوم، صفحہ 573 پر مجملاً لکھا گیا تھا اور سات اعضاء کو بغیر وضاحت کے ذکر کیا گیا تھا، اس سے ابہام پیدا ہوا اور کئی حضرات نے استفسار کیا میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ دلیل سے میری غلطی پہ مجھے متوجہ کیا جائے اور میں اسے برا مانوں ایسا میری طبیعت میں نہیں، اگر کسی کو میری کسی مبہم بات سے ذہنی پریشانی ہوئی ہو تو میں خدا و خلق دونوں سے معافی کا خواستگار ہوں۔

واللہ و رسولہ اعلم بالصواب

ID/2262

جامعہ نعیمیہ لاہور کے فتویٰ کا عکس کہ اوجھڑی حلال ہے

دار الافتاء جامعہ نعیمیہ

علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو، لاہور، پاکستان۔

کمپیوٹر نمبر 14.180/17 daruliftajamianaeemia@gmail.com مورخہ 12/10/17

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حلال جانوروں کی اوجھڑی حلال ہے یا حرام ہے؟ دلائل [illegible] کی جائیں۔

سائل: [illegible] 0300-6811525

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

حلال جانوروں کی اوجھڑی (اچھی طرح صاف کرلی جائے) تو کھا سکتے ہیں اوجھڑی کی حرمت پر [illegible] حدیث مبارک ہے "عن نسیکۃ ام عمرو بن حلاس قالت نحن لعند عائشۃ وقد ذبحت شاۃ لها فدخل رسول اللہ ﷺ وفی یدہ عصیۃ فألقاها ثم هوى فی المسجد فصلى فیه رکعتین ثم هوى الى فراشه فاضطجع علیه ثم قال هل من غداء فأتیناه بصحفة فیها خبز شعیر فیها کسرۃ وقطعۃ من الکرش ولفیها لنتهشها انا قلت ذبحنا شاۃ الیوم فما امسکنا غیر هذا فقلت بقول رسول اللہ ﷺ لا بل کلها امسکت الا هذا" حضرت نسیکہ ام عمرو بن حلاس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم حضرت عائشہ کی خدمت میں موجود تھیں آپ رضی اللہ عنہا نے بکری ذبح کی ہوئی تھی پھر حضور ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک چھوٹا عصا تھا آپ ﷺ نے اسے ڈال دیا مسجد میں اترے اور اس میں دو رکعت نماز ادا کی پھر آپ ﷺ اپنے بستر پر لیٹ گئے اور فرمایا کیا دوپہر کے کھانے میں کچھ ہے؟ ہم آپ ﷺ کے پاس ایک پیالہ لائے اس میں جو کی روٹی تھی اور اس میں گوشت [illegible] اوجھڑی کا ٹکڑا [illegible] حضرت زینب رضی اللہ عنہا [illegible] جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے [illegible] ایک بکری ذبح کی تھی [illegible] رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں [illegible] (المعجم الکبیر جلد ۲۵ ص [illegible]) اس حدیث سے واضح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اوجھڑی کے ٹکڑے کو حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا اور آپ ﷺ نے منع نہیں کیا پس حضرت عائشہ کا عمل اور حضور ﷺ کا منع نہ کرنا اوجھڑی کے حلال ہونے کی واضح دلیل ہے ...... واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ ابو الانوار [illegible] المفتی

[illegible]

عابد عمران انجم صاحب کے ''مسائل قربانی'' کا عکس
کہ حلال جانور کے صرف چھ اجزاء مکروہ تحریمی ہیں

قربانی کے مسائل پر ایک خوبصورت کتاب

مسائل قربانی

مصنف

محمد عابد عمران انجم مدنی

ناشر

اکبر بکسیلرز زبیدہ سینٹر 40 اردو بازار لاہور

تا کہ رگیں ظاہر ہو جائیں گردن توڑنا سب مکروہ ہیں۔ (درمختار)

(۴) ذبح اختیاری کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ جانور کو قبلہ رو لٹا کر تیز چھری کیساتھ تکبیر پڑھتے ہوئے اس کی چار رگوں کو کاٹ دیا جائے اگر تین رگیں کٹ گئیں تب بھی حلال ہو جائے گا۔ وہ رگیں یہ ہیں:

(۱) حلقوم یعنی سانس کی نالی

(۲) مری۔ خوراک کی نالی

(۳) ودجین یعنی حلقوم کے آس پاس دو خون کی نالیاں۔ کل چار چیزیں ہوئیں۔ (درمختار، شامی)

(۵) ذبح شدہ جانوروں میں سے چھ چیزوں کا کھانا مکروہ تحریمی ہے۔

(۱) ذکر (مذکر جانور کا آلہ تناسل)

(۲) خصیے (کپورے)

(۳) فرج (مونث جانور کی جائے مخصوصہ)

(۴) غدود

(۵) مثانہ

(۶) پتہ

قربانی کے گوشت کی تقسیم

اگر قربانی کے جانور میں ایک سے زیادہ شرکاء ہوں تو ضروری ہے کہ گوشت وزن کر کے تقسیم کیا جائے اندازے سے گوشت کی تقسیم درست نہیں خواہ شرکاء اس پر آمادہ ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ یہ حق شرعی ہے اور بندہ شریعت کے حق کو معاف نہیں کر سکتا۔

گوشت کو تقسیم کرنے کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) سارا گوشت تقسیم کر دیا جائے۔

مفتی محمد اکمل مدنی صاحب کی کتاب ''عید قربان'' کا عکس
جس میں اوجھڑی کو مکروہ تحریمی کی بجائے مکروہ تنزیہی کہا گیا ہے

قربانی کے فضائل و مسائل پر مشتمل ایک بے حد مفید تالیف

عید قربان

مؤلف: مفتی محمد اکمل مدنی مدظلہ العالی

نام کتاب	عید قربان
مؤلف	پیر طریقت مفتی محمد اکمل مدنی مدظلہ العالی
صفحات	80
ہدیہ	135/-
اشاعت ثانی	27 جون 2017ء

ناشر

مکتبہ الفرقان، لاکھانی ٹیرس، سولجر بازار نمبر 1، کراچی، پاکستان
رابطہ 0313-2210498، 0320-8261006
ای میل: maktaba.alfurqan92@gmail.com

فتاویٰ رضویہ میں مندرجہ ذیل چیزوں کو، مذکورہ بالا 7 چیزوں پر قیاس کرتے ہوئے.. یا.. بذریعۂ دلالت النص مکروہ قرار دیا گیا ہے۔

(8)	رگوں کا خون	(14)	دل کا خون
(9)	حرام مغز	(15)	گوبر و مینگنی نکلنے کا مقام۔
(10)	گردن کے دو پٹھے کہ شانوں تک کھنچے ہوتے ہیں۔	(16)	اوجھڑی۔
(11)	جگر کا خون۔	(17)	آنتیں۔
(12)	تلی کا خون۔	(18)	مادہ کے پیٹ سے نکلنے والا مردہ بچہ۔
(13)	گوشت کا خون کہ بعد ذبح گوشت میں سے نکلتا ہے۔		

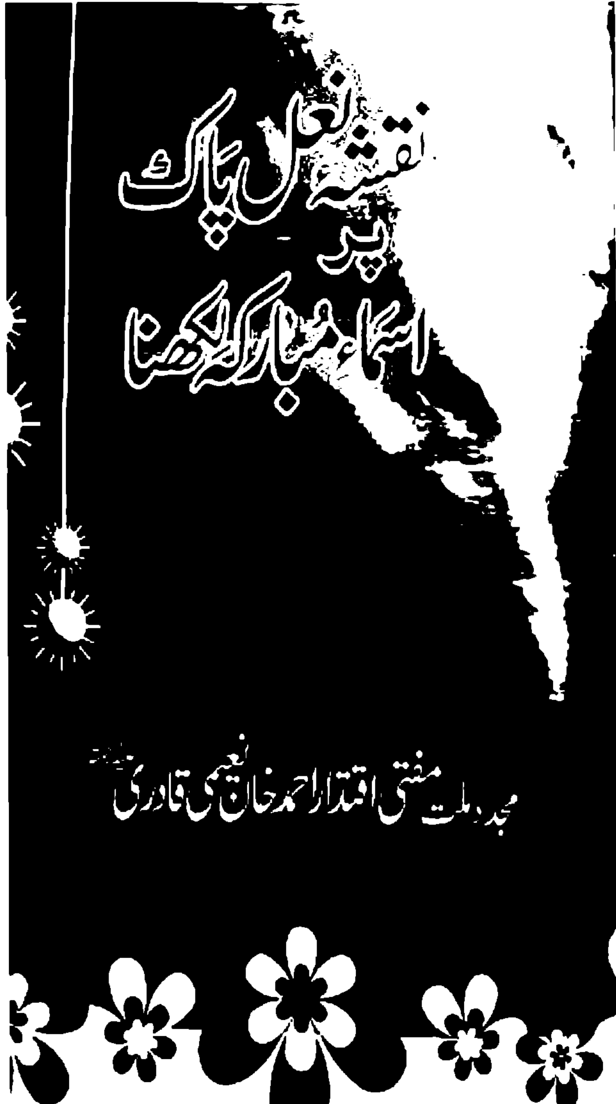
نوٹ:۔ چونکہ فی زمانہ اوجھڑی کا کھایا جانا بکثرت وقوع پزیر ہے، لہذا راقم کی ذاتی رائے کے مطابق، عموم بلوئی کے باعث، اس میں زیادہ سے زیادہ کراہتِ تنزیہہ کا حکم ہونا چاہیئے۔ یعنی اس سے اجتناب بہتر، کھانا شریعت کو ناپسند، لیکن کھانے والا گنا ہگار نہ ہوگا۔

سوال:۔ اگر ذبح کے بعد جانور کے پیٹ سے بچہ برآمد ہوا، تو کیا حکم ہے؟...

جواب:۔ اگر بچہ زندہ ہے، تو ذبح کرلیا جائے، کھانا حلال ہوگا اور اگر مردہ پیدا ہوا، تو حرام ہے۔ اس کی ماں کا ذبح کرنا، اس کے حلال ہونے کے لئے کافی نہیں۔

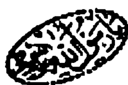
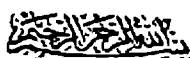
(درمختار وردالمحتار۔ج۔6۔ص304)

مفتی اقتدار احمد نعیمی صاحب کی کتاب ''نقش نعل پاک پر اسماء مبارکہ لکھنا'' کا عکس جس میں عوام کو اوجھڑی کھانے کی اجازت دی گئی ہے



ہے شکمبہ و روودہ مخزن فرث ہیں۔ یہاں مجدد ملت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے آنتوں اور
اوجھڑی کو مثانہ پر قیاس فرمایا مگر علت تو افق نہیں تفاوت و تفارق ہے کہ مثانہ کی علت
معدن بول ہونا ہے اور آنتوں کی علت مخزن ہونا بتایا گیا۔ معدن و مخزن میں کھلا
تفریق ہے۔ معدن، وطن اور مولد ہوتا ہے لیکن مخزن صرف ظرف اور مظروف ہے
اس لیے یہ قیاس مع الفارق ہوا لیکن چونکہ یہاں کراہت کی ایک دوسری علت بھی
ہے جو مثانہ کی علت سے متحد ہے اس لیے یہ قیاس مع الفارق بھی جائز مانا جاسکتا ہے
علت ثانیہ ان کی خباثت نفسیہ کی وجہ سے کراہت طبعیہ ہے چنانچہ یہیں پر امام اعظم کا
قول نقل فرمایا گیا کہ حاشیہ طحاوی میں ہے۔ قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ اَلدَّمُ حَرَامٌ بِالنَّصِّ
وَالسِّتَّةُ تُكْرَهُ هٰهُنَا لِاَنَّهَا تَسْتَخْبِثُهُ الْاَنْفُسُ وَتُكْرِهُهَا الطَّبَائِعُ ترجمہ:۔ امام
اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خون تو نص قطعی یعنی آیت پاک کی عبارۃ النص سے
حرام ہوا ہے اور حدیث مبارکہ کی فرمودہ باقی چھ چیزیں اس لیے مکروہ فرمائی گئیں کہ
انسانی طبیعت ان کو خبیث یعنی گھنونی اور ناپسند و کراہت کرتی ہے یہ دوسری علت
مشترک ہے مثانہ اور اوجھڑی آنتوں وغیرہ میں ثابت ہوا کہ بعض قیاس مع الفارق۔
جائز و درست ہیں اگر یہ بات نہ ہوتی تو اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمتہ کا استنباط
درست نہ ہوتا اور اوجھڑی و آنتوں کا کھانا مکروہ نہ ہوتا اس قیاس مع الفارق کا اثر یہ پڑا
کہ علماء صوفیاء مشائخ اہل تقویٰ وحضرات اہل وظائف بزرگوں کے لیے یہ ممنوع و نقصان
دہ لیکن عوام میں سے کوئی اچھی طرح پاکیزہ کر کے پکائے تو گناہ نہ پڑے گا کیونکہ
اوجھڑی گندگی کا معدن نہیں صرف برتن ظرف و مخزن ہے اور آنتیں تو مخزن بھی نہیں
صرف گزرگاہ ہیں اور نفاست کے خلاف گھنونی۔ بہت سی نفاست طبع تو مکھی گرے
سالن یا بال پڑے شوربے سے بھی گھنیاتے ہیں اور کھا نہیں سکتے بخار؛ مگر ذمہ

بریلوی عالم سید احمد علی شاہ صاحب کے فتویٰ کا عکس
جس میں اوجھڑی کو حرام کہنے والوں کو بد مذہب اور اہلِ ہویٰ کہا گیا ہے


فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

تسکین السّالکین بتبرکات الصّالحین

رحمہم اللہ علیہم اجمعین



پیر طریقت، رہبر شریعت، آفتاب ہدایت
حضرت علامہ سید احمد علی شاہ سیفی نقشبندی

ناشر

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
بالمقابل پیٹرول پمپ، فقیر کالونی، اورنگی ٹاؤن، کراچی

29

بسکون فائدا له الی الجنة كذا في كنز العباد قهستاني ونحوه في الفتاوى الصوفية وفي كتاب الفردوس من قبل ظفري ابهاميه عند سماع اشهد ان محمدا رسول الله ﷺ في الاذان انا قائده ومدخله في صفوف الجنة وتمامه في حواشي البحر للرملي۔ یعنی مستحب یہ ہے کہ پہلی بار اشہد ان محمدا رسول اللہ سنتے وقت صلی اللہ علیک یا رسول اللہ اور دوسری بار اشہد ان محمدا رسول اللہ سنتے وقت قرۃ عینی بك یا رسول اللہ کہے پھر دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو دونوں آنکھوں پر رکھ کر اللھم متعنی بالسمع والبصر کہے تو حضور ﷺ اس کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے ایسی ہی کنز العباد لملا امام قہستانی میں اور اسی طرح فتاوی صوفیہ اور کتاب الفردوس میں ہے کہ جو شخص اذان میں اشہد ان محمدا رسول اللہ سن کر اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چومے (اس کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ) میں اس کا قائد بنوں گا اور اس کو جنت کی صفوں میں داخل کروں گا۔ اس کی پوری تشریح اور بحث البحر الرائق کے حواشی رملی میں موجود ہے۔

(رد المحتار رملی در المختار ج ۱ ص ۲۹۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(۷) بعض اہل خوابد مذہب اوجھڑی کھانے کو حرام اور ناجائز کہتے ہیں حالانکہ اوجھڑی کھانا جائز ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔ جیسا کہ حضرت امام رازی علیہ الرحمۃ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں: روی أن عمر رضي الله عنه كان في أيام خلافته دخل السوق فاشترى كرشا وحمله بنفسه فرآه علي رضي الله عنه من بعيد فتنكب علي عن الطريق فاستقبله عمر رضي الله عنه وقال لم تنكبت عن الطريق؟ فقال علي رضي الله عنه: حتى لا تستحي، فقال: وكيف أستحي من حمل ما هو غذائي

ترجمہ: مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے ایام میں بازار میں داخل ہوئے اور اوجھڑی خریدی اور اس کو خود اٹھایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو دور سے دیکھ تو راستے سے ہٹ

گئے (گویا آپ کو نہیں دیکھا) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے سامنے آئے اور پوچھا کہ آپ راستے سے ایک طرف کیوں ہٹ گئے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لئے راستے سے ہٹ گیا کہ آپ کو شرم نہ آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس چیز کو اٹھانے میں کیسے شرما سکتا ہوں جو میری غذا ہے۔ (التفسیر الکبیر ج ۲۲ ص ۱۴۳، دار الفکر)

اوجھڑی کی حلت پر امام طبرانی علیہ الرحمۃ المعجم الکبیر میں روایت فرماتے ہیں: حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمي ثنا عبد الله بن الحكم بن أبي زياد القطواني ثنا عبدالله بن موسىٰ عن ابراهيم بن اسماعيل عن حبيبة بنت سمعان عن نسيكة أم عمرو بن جلاس قالت: اني لعند عائشة وقد ذبحت شاة لها، فدخل رسول الله ﷺ في يده عصية، فالقاها ثم هوى الى المسجد فصلى فيه ركعتين، ثم هوى الى فراشه فاضطجع عليه ثم قال: هل من غداء؟ فأتيناه بصحفة فيها خبز شعير، وفيها كسرة وقطعة من الكرش وانها لتنهشها اذا قالت: ذبحنا شاة اليوم فما أمسكنا غير هذا قالت: يقول رسول الله ﷺ: لا بل كلها أمسكت الا هذا.

(المعجم الكبير ج ۲۵ ص ٤٤، رقم الحديث ۸۴)

ترجمہ: نسیکہ ام عمرو بن جلاس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھی اور آپ کے لئے ایک بکری ذبح کی گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک چھوٹا عصا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے رکھ دیا پھر مسجد میں اتر گئے اور اس میں دو رکعت ادا فرمائی پھر آپ ﷺ اپنے بستر پر لیٹ گئے اور فرمایا کیا دوپہر کے کھانے میں سے کچھ ہے؟ پس ہم آپ ﷺ کے پاس ایک پیالہ لے کر آئے اس میں جو کی روٹی تھی اور اس میں گوشت سمیت ہڈی، اوجھڑی کا ٹکڑا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اوجھڑی میں سے ایک ٹکڑا لیا اور آپ رضی اللہ عنہا اسے اپنے دانتوں سے نوچتی تھیں۔ نسیکہ نے کہا

31

کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آج ہم نے ایک بکری ذبح کی تھی اور پھر ہم نے اس کے علاوہ کچھ بھی بچا کر نہیں رکھا تو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ نہیں بلکہ تم نے اس کے سوا سب کچھ بچالیا ہے۔ اس حدیث کو مجمع الزوائد میں امام نور الدین ہیثمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی باب ماجاء فی اللحم میں روایت کیا ہے۔

حضرت امام ابو جعفر طحاوی علیہ الرحمۃ، ابن خزیمہ کی سند سے روایت فرماتے ہیں: حدثنا ابن خزیمة قال ثنا حجاج قال ثنا عمارة ابن زاذان عن محمد بن المنكدر قال: دخلت على فلانة بعض ازواج النبي ﷺ قد سماها و نسيت قالت: دخل عني رسول الله ﷺ وعندي بطن معلق فقال لو طبخت لنا من هذا البطن كذا و كذا قالت فصنعناه فاكل و لم يتوضا۔ یعنی "حضرت محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے کسی کی بارگاہ میں حاضر ہوا، آپ نے ان کا نام ذکر کیا تھا لیکن میں بھول گیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے، میرے پاس بکری کا لٹکا ہوا پیٹ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ اس بطن میں سے یہ اور یہ پکا دیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے ایسا ہی کیا اور آپ ﷺ نے اس کو کھایا اور پھر وضو نہیں کیا۔

حدثنا ابن مرزوق و ربيع الجيزي و صالح بن عبدالرحمن قالوا ثنا القعنبي قال ثنا فائد مولى عبيد الله بن علي عن عبيد الله عن جده قال طبخت لرسول الله ﷺ بطن شاة فاكل منها ثم صلى العشاء ولم يتوضا

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۳)

حضرت عبید اللہ اپنے دادا (ابو رافع القبطی مولی رسول اللہ ﷺ) سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے بکری کا بطن پکایا اور آپ ﷺ نے اس میں سے تناول

32

فرمایا پھر عشاء کی نماز ادا فرمائی اور وضو نہیں کیا۔ تفکر و لاتکن من الممترین۔

(۸) بعض اہل ہوا، بدمذہب جنازہ کی نماز کے بعد دعا کو بدعت کہتے ہیں حالانکہ جنازہ کے بعد دعا جائز اور مستحب ہے اور کتابوں سے ثابت ہے اور اس سے انکار کرنے والا معتزلہ میں سے ہے۔ جیسا کہ مفتی عبدالرحیم اور مفتی محمد داؤد پشاوری حاشیہ شرح وقایہ پر رقم طراز ہیں:

من صلی صلاۃ الجنازۃ ولم یقرء الدعاء لا یجوز جنازتہ لان الدعاء شرط بعد الصلوٰۃ وقال المعتزلۃ لا یفید الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ لان الصلوٰۃ دعاء من وجہ قلت امر رسول اللہ ﷺ بدعاء بمکۃ حین سئل عمر رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ ﷺ ای فائدۃ بدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ فقال رسول اللہ ﷺ ھذا امر منھی فی حق الکافرین۔ یعنی ''جس نے نماز جنازہ ادا کی اور دعا نہیں کی تو اس کا نماز جنازہ پڑھنا علی وجہ الکمال جائز نہیں۔ کیونکہ نماز کے بعد دعا کرنا شرط ہے۔ (نماز جنازہ کے کمال کے لئے) جب کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا فائدہ مند نہیں ہے کیونکہ نماز جنازہ من وجہ تو دعا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ رسول اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں دعا کا حکم دیا تھا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ تو آنحضرت ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا کہ دعا کافروں کے حق میں ممنوع ہے۔ مولانا عبدالجلیل مرحوم سواتی نے فرمایا کہ مذکورہ عبارت میں ''فی حق الکافرین'' لفظ آیا ہے۔ اس میں ''حق'' مصدر مضاف ہے ''الکافرین'' کا۔ لہٰذا اگر مصدر بمعنی فاعل ہو تو پھر معنی یہ ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کو کافر ممنوع قرار دیتے ہیں اور اگر مصدر بمعنی مفعول ہو تو پھر معنی یہ ہوگا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا کافروں کیلئے ممنوع ہے۔ پہلے ترجمہ کی بناء پر دعا سے منع کرنے والے کافر ہو جاتے ہیں اور دوسرے ترجمہ کی بناء پر مردہ کافر ہو جاتا ہے۔ فافہم۔'' (کما فی [illegible] ج ص۲۲۹ طبع فی المطبع الحمیدیہ لاہور، سید گل پشاور)(حاشیہ شرح وقایہ مفتی محمد داؤد پشاوری ج۱ ص۲۲۲)